

پردہ

مؤلفہ

مولانا ابوالبشیر محمد صالح مدظلہ

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ لِفَاطِمَۃَ اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِّلنِّسَآءِ
قَالَتْ لَا یَرَیْنَھُنَّ الرِّجَالُ

(رواہ البزار)

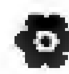
پردہ

اِس کتاب میں پردے کی حقیقت پر شرح و بسط کیساتھ روشنی ڈالی گئی ہے



مؤلفہ

حضرت مولانا ابوالبشر محمد صالح نقشبندی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ مہریہ رضویہ جامع مسجد نور ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

قیمت: 70 روپے



پیش کش

ایک بندۂ بے نوا ان چند اوراقِ پریشان کو جو درحقیقت اس کے دلِ غمدیدہ کے چند ٹکڑے ہیں جس کو اُمت کی حالتِ زار نے پاش پاش کر رکھا ہے یا اسکے دیدۂ اشکبار کے چند آنسو ہیں جس کو قومی ادبار و تنزل خون رُلا رہا ہے بطور بضاعت مزجاۃ اس تاجدارِ کونین کی درگاہِ عالی میں پیش کرتا ہے۔ جہاں اخلاص و عقیدت کی نذر زیادہ وقعت رکھتی ہے جس کی سرکار میں محبت کے ساتھ پیش کی ہوئی مٹھی بھر کھجوریں دیناروں کے انبار پر فوقیت پاتی ہیں

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِائَةَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ

ابو البشیر محمد صالح بن مولوی مست علی مرحوم

مختصر فہرست مضامین کتاب پردہ

اعتذار

اس کتاب کی تصحیح میں کافی حد تک کوشش کی گئی ہے۔ لیکن تجربہ شاہد ہے کہ غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ لہٰذا اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح ہو سکے۔ ادارہ آپ کا بہت مشکور ہو گا۔

محمد اکرم مجددی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

الحمد للہ! اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے جس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں راہ ہدایت دکھائی اور پھر اس راہ حق کی اشاعت میں قدم اُٹھانے کی توفیق بخشی۔

آپ کے زیر ملاحظہ کتاب ادارہ ہٰذا کی تیسری پیش کش ہے۔ پہلی مرتبہ اس قابل صد افتخار تحقیقی اور تخلیقی کاوش کو مصنف مرحوم و مغفور نے ۱۹۴۰ء میں اپنی زیر نگرانی متحدہ ہندوستان میں چھپوایا تھا۔ یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس کے بعد آج تک نہ یہ کتاب دوبارہ اشاعت پذیر ہوئی اور نہ ہی قوم اس قدر اہم کتاب سے استفادہ کر سکی۔ اب زمانے کی بے راہ روی اور اسلامی قدروں کی پامالی کو دکھ کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے اور اس کتاب کی اشاعت کو اشد ضروری اور وقت کا اہم تقاضا تصور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کو مخلصانہ طور پر شائع کرتے وقت بارگاہ ایزدی میں عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان بہن بھائیوں کو اس کے مطالعہ سے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب ہٰذا کے مصنف ناشرین اور معاونین کی سعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے اسلام صرف چند عبادات عقائد اور دعاؤں کا نام نہیں بلکہ یہ زندگی کا ایک مکمل سانچہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر ہی ہم فلاح و نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اسلام ایک مسلمان کی زندگی کو ہر پہلو سے محیط ہے۔ جب تک مسلمان ان حدود و قیود کو خلوص دل سے قبول کرتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہے اور جب کوئی شخص ان شرعی حدود و قیود کو توڑے، اسلام کے عمل دخل کو اپنی زندگی کے چند پہلوؤں تک محدود کرنے اور اسلام کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے من مانے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر اپنی تباہی و ہلاکت کو دعوت

دیباچہ۔

کتاب "پردہ" آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں پردہ کی اسلامی زاویۂ نگاہ سے حقیقت اور اہمیت واضح کی گئی ہے۔ مسلمان عورت کیلئے پردہ کے احکام، عزت وعصمت کی حفاظت کے جامع اور بنیادی اصول، مرد اور عورت کے میل جول اور نظر و نگاہ کی حدود کو قرآن وسنت کی روشنی اور اسلامی علوم کے ماہرین کے ارشادات کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے

کتاب کی اس اشاعت سے متعلق چند ضروری گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔ چونکہ کتاب کی اشاعتِ اول قیامِ پاکستان سے پہلے ہوئی تھی لہٰذا جہاں کہیں ہندوستان کا نام آیا ہے۔ ان مقامات میں سے جہاں ضروری خیال کیا گیا ہے۔ قوسین کے اندر "پاک و ہند" کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ موجودہ قاری کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔

• جس مقام پر کسی تشریح یا وضاحت کی ضرورت خیال کی گئی وہاں تشریح یا وضاحت حاشیہ میں درج کر دی گئی ہے۔

○ جہاں کہیں عربی عبارت بغیر ترجمہ تھی وہاں اس کے ساتھ ترجمے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

○ یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر انسان اس کے خالق کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ قاری کی اس طبعی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مصنف مرحوم کی شخصیت کا مکمل اور شایانِ شان تعارف شاملِ کتاب کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن یہ مقامِ حیرت ہے کہ کسی مشہور تذکرہ نگار کی تصنیف سے بھی مصنف کے جامع اور مستند حالات میسر نہ آسکے۔ اس الجھن کو سلجھانے کے سلسلہ میں ہمارے مخلص دوست اور کرم فرما جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی صاحب ہمارے خلوصِ شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مولانا مرحوم کی تصانیف جو مہیا ہو سکیں ان کی ورق گردانی کر کے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ جو کچھ ہو سکا "ابتدائیہ" کے عنوان کے تحت پیش کر دیا ہے۔

آخر میں مولانا مرحوم کے دوستوں، عقیدتمندوں اور تعلق داروں سے التماس ہے کہ مولانا موصوف کے متعلق مستند حالات وواقعات سے ادارہ ہذا کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں مصنف علیہ الرحمۃ کی سوانح وتعارف ان کی شایانِ شان شاملِ کتاب کیا جاسکے۔

(ادارہ)

ابتدائیہ

(پروفیسر آفتاب احمد نقوی)

خالقِ کائنات نے انسان کی تخلیق کے لئے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ فرمایا تو یقیناً اس کا کچھ مقصد و مدعا تھا ورنہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔ لیکن اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ نہیں کہا۔ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی شرح وتفسیر کرتے ہوئے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے اس لئے یاد کیا گیا کہ اُسے خلیفۃ الارض یعنی نائبِ خُدا کی حیثیت میں احکامِ خداوندی کو دُنیا میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کر کے اپنی عبودیت کا ثبوت بہم پہنچانا تھا۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور ایک ایسے انسان کی تشکیل کے لئے جو اُن جملہ ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو سکے۔ خالقِ کائنات نے انبیائے کرام کا ایک طویل سلسلہ دُنیا میں مبعوث فرمایا جس نے انسان کو اس کے اعلےٰ وارفع منصب سے روشناس کرایا اور اسے ایک ایسا ضابطۂ حیات دیا جسے دینِ برحق کا نام دیا گیا۔ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (بے شک اللہ تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے) اور یہی وہ مکمل دین ہے جس کی تکمیل کے مختلف مراحل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر مکمل ہوتے ہیں اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو) کا ارشادِ خداوندی سامنے آتا ہے۔

چنانچہ یہی وہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے خواہ اس کا تعلق

اخلاق سے ہو یا عبادات سے، معاشرت سے ہو یا معیشت سے، سیاست سے ہو یا عمرانیات سے، تہذیب سے ہو یا تمدن سے۔ الغرض ہر شعبہ کے متعلق مکمل راہنمائی عطا کرتا ہے۔

اسی ضابطہ و دستور کے مطابق بقائے نسل انسانی کے اہم مسئلے کو بھی خداوند قدوس نے کچھ اس طرح حل کیا کہ آج تک انسانی عقل اس منفرد طریق کار پر بحث اور غور و خوض کرنے کے باوجود اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اس انوکھے اور نرالے طریق کار کے علاوہ اور کوئی بھی عائلی نظام اسقدر مستحکم اور دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

خدائے لم یزل نے نسل انسانی کی تخلیق کے لئے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور سرور کونین ہادی برحق محسن انسانیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ (نکاح کرنا میری سنت ہے) کا فرمان جاری کر کے اُن تمام مضر اثرات کا قلع قمع کر دیا جو عورت اور مرد کے جوڑے سے ناجائز طور پر سامنے آسکتے تھے۔

چنانچہ اسلام جو کہ دین فطرت ہے نے معاشرے کو ہر غلط اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے پردہ ضروری قرار دیا جس پر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر بعد تک سختی سے عمل ہوتا رہا۔ لیکن مختلف لادینی نظریات اور مغربی ثقافتی یلغار کے زیر اثر جب پردہ کو غیر ضروری قرار دیا جانے لگا اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈے جانے لگے تو علمائے حق نے ہمیشہ کی طرح اس کا بھرپور انداز میں رد کیا جس کی ایک مثال حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے عقلی اور شرعی دلائل کی روشنی میں قرآن و حدیث اور فقہ سے پردہ کی شرعی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں شائع ہو کر دردمندان ملت اسلامیہ ہند کی جانب سے بے پناہ خراج عقیدت وصول کر چکی ہے اور اب ایک عرصے سے نایاب نسخہ کو دوبارہ شائع کرنے کا اعزاز صحیح خطوط پر اسلام کی خدمت کرنے والے اشاعتی اداروں مکتبہ مہریہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ کتاب کیا ہے! تحقیق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس میں مصنف نے نہایت ہی خوبصورت اسلوب میں ایک دردمند

ملت کی حیثیت سے قوم کو جس راہ پر چل نکلی ہے سے واضح کیا ہے کہ صراطِ مستقیم نہیں ہے۔

مولانا محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی ایک کثیر التصانیف مصنف تھے جس طرح ان کی یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی اسی طرح ان کی دوسری کتابیں بھی نایاب ہو چکی ہیں اور مکتبہ مہریہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ جیسے اداروں کو دیکھ رہی ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دُکھ کی بات ہو سکتی ہے کہ اس عظیم اسلامی مفکر کے حالات زندگی تک کسی تذکرے میں محفوظ نہیں ہو سکے۔ مجھے مولانا کی تصانیف، محترمی حافظ محمد اشرف مجددی صاحب اور مولانا کے پوتے محترمی محمد بلال صاحب سے جو حالات معلوم ہوئے کو پیش کر رہا ہوں اگر کسی صاحب کو اور حالات معلوم ہوں تو مطلع فرمائیں تاکہ میں انہیں اپنی زیر ترتیب کتاب تجلیات سیالکوٹ میں پورے طور پر شامل کرسکوں۔

ابتدائی حالات

حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ جن کی کنیت ابوالبشیر تھی اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور صاحب کردار صوفی حضرت مولانا مولوی مست علی[1] حنفی نقشبندی مجددی قادری چشتی کے گھر قریباً ۱۸۶۹ء میں موضع تیزالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ ابھی تین سال کے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آن پڑیں۔ لیکن اس نیک سیرت اور بلند ہمت ہستی نے اس بارگراں کو نہایت ہی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا اپنے ہونہار فرزند کی کچھ اس منفرد انداز میں تربیت فرمائی کہ حقِ پرورش و تربیت ادا کر دیا۔ اور یہ والدہ محترمہ کی اسی تربیت کا اعجاز تھا کہ آپ نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔

---

[1] حضرت مولانا مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی سیالکوٹ کے معروف عالم دین اور صاحب نظر بزرگ تھے جن سے علاوہ جھر کے ہزاروں فرزندان توحید نے دینی تعلیم اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت خواجہ پیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یہ آپ کے اخلاقِ عالیہ ہی کا کمال ہے کہ آپ کے فیض سے بہت سے لوگ راہ راست پر آگئے۔

مولانا کی عمر ابھی پانچ سال ہی تھی کہ آپ نے اپنے تایا جان مولوی امیر علی صاحب سے قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا۔ دنیوی تعلیم کے حصول کیلئے آپ کو مقامی پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں انہوں نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔

بیعت مسنونہ مولانا محمد صالح ابھی دس گیارہ برس کے تھے کہ اپنے تایا جان حضرت مولانا مولوی امیر علی کے ہمراہ موضع چورہ ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے وہاں قطب زمان غوثِ وقت حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ[1] کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں بیعتِ مسنونہ کی درخواست کی گئی جسے آپ نے بصد خلوص و محبت قبول فرما لیا اور آپ کی روحانی تربیت کے لئے اپنے خلیفہ اکبر حضرت مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ ساکن باؤلی شریف ضلع گجرات کا انتخاب کیا۔ جو حسنِ اتفاق سے بیعت کے وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین نے اپنے مرشد کامل کے حکم اور ہدایات کی روشنی میں مولانا کو روحانی تعلیم سے فیضیاب فرمایا اور یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا نے گو بعد میں انگریزی تعلیم بھی حاصل کی لیکن زمانے کے رواج کے مطابق اس کا کوئی بھی برا اثر قبول نہ کیا۔ بلکہ مولانا کے ہاں بتدریج عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھتا ہی گیا جس کا سب سے بڑا ثبوت مولانا کی زندہ جاوید

---

[1] حضرت بابا فقیر محمد چوراہی قبلۂ عالم خواجہ نور محمد چوراہی کے فرزند ارجمند تھے آپ چورہ شریف ضلع کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ باپ کی رحلت کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سلسلہ نقشبندیہ قادریہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ پنجاب کے طول و عرض میں آپکے عقیدتمندوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں امیر ملت محدث علی پوری، حضرت ثانی لاثانی علی پوری، بابا محمد خان عالم باؤلی شریف اور حافظ عبد الکریم عید گاہ راولپنڈی رحمہم اللہ جیسے اولیاء و صوفیا شامل تھے۔ آپ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ مشہور نعتیہ قصیدہ، قصیدہ بردہ شریف کے اشعار آپ کی زبانِ مبارک سے اکثر سنے گئے۔ دنیا وی جاہ و جلال سے سخت نفرت تھی ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ کو اس دارفانی سے آپ نے کوچ فرمایا۔ آج بھی آپکے مزار پر انوار سے لاکھوں عقیدتمند آپ کی نگاہِ ولایت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

تصانیف ہیں جو آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

قیامِ لاہور مولانا محمد صالح مرحوم ۱۸۹۶ء سے لاہور میں تشریف لے گئے ایک روایت کے مطابق میٹرک تک تعلیم بھی پائی اور یہیں محکمہ ریل میں ملازمت اختیار کرلی۔ اس طرح فکرِ معاش سے فراغت ملی تو دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے مختلف علمائے کرام سے عربی و فارسی کی کتبِ متداولہ کا مطالعہ کیا جس سے اسلامی علوم، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ سے شناسائی حاصل ہوگئی۔ لاہور میں قیام کے دوران مولانا نے بعض مسائل کی تشریح و توضیح کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے متعلق علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں فرمائیں اور جب علمِ دین کے سلسلے میں مکمل اطمینانِ قلب نصیب ہُوا تو قلم اور کاغذ کے رشتے سے اپنا تعلق مستقل طور پر جوڑ لیا اور اپنی عمر کے آخری لمحات تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

شخصیّت مولانا محمد صالح ایک دلآویز شخصیت کے مالک تھے جن لوگوں سے اُن کا تعارف رہا وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا کے چہرے سے ہی یہ بات واضح طور پر عیاں ہوتی تھی کہ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ مولانا کے اپنے معاصرین جن میں حضرت مولانا سید ابوالبرکات، پیر غلام دستگیر نامی، مولانا محمد نذیر عرشی اور بہت سے نامور علمائے کرام شامل ہیں سے خصوصی تعلقات تھے۔

مولانا کے نورانی چہرے اور لباس کے متعلق حکیم اہلِ سنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بیان فرماتے ہیں کہ مولانا کے چہرے کا رنگ گندمی تھا اور ریش مبارک سفید تھی۔ اکثر سفید لباس اور سفید پگڑی استعمال کیا کرتے۔ مولانا کے چہرے سے ایک نورانی قسم کی متانت اور سنجیدگی مترشح تھی۔

گو مولانا محمد صالح مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی بزرگ تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے والہانہ محبت رکھتے تھے لیکن وہ اپنے عہد کے دوسرے علمائے کرام کے علمی مقام اور دینی خدمات کے بھی معترف تھے اور

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے کے لئے مخالف علمائے کرام کی رائے پیش کرنے سے بھی اجتناب نہیں فرمایا۔ یہ مولانا کی وسیع المشربی کی ایک عمدہ دلیل ہے۔

مولانا کس عظیم شخصیت کے مالک تھے اور وہ علم دین کے کس قدر دلدادہ تھے۔ اس کا ثبوت بھی اس حقیقت سے بطریق احسن ملتا ہے کہ انہوں نے لاہور میں ملازمت کرتے ہوئے دین کی تعلیم مکمل کی اور اپنی آمدنی کو مکمل طور پر دین کی خدمت کیلئے وقف کر دیا۔ اُن کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی واضح احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک زرِ کثیر دینی کتب کے حصول کے لئے خرچ کیا اور اپنے لئے ایک بہت بڑا دارالمطالعہ قائم کیا۔

مولانا کی شخصیت میں ایک چیز بہرحال نمایاں ہے کہ اُنہیں اپنے والد ماجد سے بے پناہ محبت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار نماز حنفی مدلل کے دیباچہ میں لکھے گئے مرثیہ سے بخوبی ہوتا ہے جس سے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ ؎

کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو — کیا لکھیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات
تھے وہ شیریں کلام و خندہ دہن — بات تھی ان کی مثل قند و نبات
ہر کسی سے بخندہ پیشانی — مُسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات
کاشفِ معنی فروع و اصول — واقفِ کلیات و جزئیات
تھے وہ علامۂ جمیع علوم — تھے وہ فہامۂ جمیع نکات
اوجِ چرخِ معانی و الفاظ — موجِ بحرِ لغات و مصطلحات
نکتہ داں ضمائر و اعلام! — رمز فہم معارف و نکات
صدرِ ایوانِ منصبِ تدریس! — شانِ ذیشانِ ملکِ معقولات
بدرِ رخشانِ آسمانِ علوم — مہرِ تاباں اوجِ منقولات
تھے کمالِ جمال کے مصباح — تھے جمال کمال کے مشکات

والد ماجد کی طرح مولانا کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی سے

بھی بے پناہ عقیدت تھی چنانچہ اسی خلوص و عقیدت کا صلہ تھا کہ مولانا علم دین میں وہ مقام پا گئے جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ نماز حنفی مدلل میں مرشد پاک کی تعریف میں بیان کرتے ہیں۔ ؎

حضرت فقیر محمد اولیاء ؒ — پیر و مرشد ہیں مرے اور رہنما!
ہیں وُہ بے شک مظہرِ انوارِ حق — سر سے پا تک مصدرِ انوارِ حق
چاہیئے تجھ کو اگر وصلِ خدا — سایہ فقیر محمد میں تو آ
عکس سے اُس نور کے تارے پسر — روئے جاناں پر پڑے تری نظر
الغرض جو راہِ حق مطلوب ہے — جا قدم لے دوڑ مرے پیر کے
گرچہ یہاں سے کر گئے ہیں انتقال! — فیض باطن ہے اُن کا بحال!
بلکہ سو چند اس سے نور و ضیاء — کیونکہ پردہ جسم کا بھی اُٹھ گیا!
اب تو بیشک وہ سراسر نور ہے — نور ہے سایہ سے بالکل دور ہے
جبکہ ہووے شوق دیدارِ خدا — اُن کے مرقد کی کرے زیارت وہ جا

یوں تو مولانا کی تمام عمر دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے عبارت ہے لیکن ایک مخلص اور خادم قوم ہونے کی حیثیت میں انہیں دینی مدرسوں کے نوجوان طالب علموں سے بے پناہ محبت تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی وہ افراد ہیں جنہوں نے آگے چل کر دینِ مصطفےٰ کو نظامِ مصطفےٰ کی حیثیت میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ شیخ الجامعۃ الحنفیہ حضرت مولانا حافظ محمد عالم صاحب اپنے زمانہ طالب علمی جب کہ وہ حزب الاحناف لاہور میں زیرِ تعلیم تھے آپکے متعلق فرماتے ہیں کہ مولانا محمد صالح اکثر حزب الاحناف آیا کرتے اور اپنے ساتھ طلباء کو لے جاتے ان کی مالی مشکلات میں امداد فرماتے اور انہیں پر تکلف کھانے سے نوازتے۔

وفات مولانا نے تقریباً نوے سال تک عالم فانی میں زندگی گذار کر اگست ۱۹۵۱ء میں لاہور ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ چونکہ آپ کی وفات کیوقت

آپ کے فرزند ارجمند میاں محمد بشیر احمد ایم۔اے بعارضہ دل ہسپتال میں زیر علاج تھے اور یہ مناسب نہ خیال کیا گیا کہ آپ کی وفات کی خبر شدید بیمار بیٹے تک پہنچائی جائے۔ اس لئے مولانا مرحوم کو امانتاً لاہور میں دفن کر دیا گیا جبکہ سنہ ۱۹۶۱ء میں مولانا کی وصیت کے مطابق انہیں جامع مسجد میرانوالی ضلع سیالکوٹ کے احاطہ میں دفن کیا گیا اور آج بھی اُن کی پُرنور قبر اہلِ ایمان کے لئے مرکز علم و یقین بنی ہوئی ہے

اولاد مولانا کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے میاں محمد بشیر احمد تھے انہوں نے ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی اور مرکزی حکومت کے محکمہ حسابات میں ملازمت اختیار کی اور یہیں سربراہ محکمہ کی حیثیت میں ریٹائر ہوئے۔

تصانیف

۱۔ پردہ اس کتاب میں پردے کی حقیقت پر نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی پردے کے سلسلہ میں کئے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے گئے ہیں

۲۔ فقہ نعمانی ترجمہ اُردو خلاصہ کیدانی اس میں خلاصہ کیدانی کا آسان اُردو ترجمہ ہے۔ اور مشکل مقامات کی حواشی میں تشریح کر دی گئی ہے نیز مسئلہ رفع سبابہ کی تحقیق اور دیگر ضروری مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔

۳۔ فضائل رسول اللہ حصہ اول فدائے یا رسول اللہ اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں یا رسول اللہ کہنے کی تحقیق ہے۔ **حصہ دوم**۔ زیارت قبور اور زیارت روضہ مقدسہ کی شرعی حیثیت۔ یہ حصہ علامہ ابن تیمیہ کی کتاب زیارت قبور کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے **حصہ سوم** حیاتِ انبیاؑ و اولیاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ **حصہ چہارم** اس حصہ میں مسئلہ استمداد اور توسل کا مدلل بیان ہے

۴۔ علم غیب اس کتاب میں انبیاء و اولیاء کے علم غیب پر قرآن و حدیث اور روایات صحیحہ سے بحث کی گئی ہے۔

۵۔ منہاج القبول فی آداب الرسول اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ، تابعین، مجتہدین اور اولیاء کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کس طرح اور کس حد

ملک کرتے تھے۔

۶۔ نماز حنفی مدلل | اس کتاب میں نماز کے ہر مسئلہ کو قرآن پاک، احادیث نبویہ آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تبع تابعین سے واضح کیا گیا ہے۔ اور ہر روایت کا حوالہ بھی دیا ہے۔

مقدمہ | پہلا باب۔ علم کا بیان۔ دوسرا باب۔ عقائد کا بیان (فقہ اکبر) تیسرا باب۔ تدوین فقہ چوتھا باب۔ تقلید کا بیان۔ پانچواں باب۔ حالات امام اعظم

۷۔ التوحید | اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید کو بڑی خوبی اور عمدگی سے قلمبند کیا ہے اور ساتھ ہی اسماء ربانی کی تشریح کی گئی ہے۔

۸۔ الرسالت | اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو علمی اور عقلی دلائل کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔

۹۔ مسائل العیدین | عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق فقہی مسائل پر احادیث نبویہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

۱۰۔ قیام امام مہدی (حصہ اوّل[1] و دوم) | اس کتاب میں قیامت، علامات قیامت، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مدلل بیان لکھا گیا ہے۔

۱۱۔ عامل بنانے والی کتاب (جلد اوّل) | حصہ اوّل تنقید عملیات اور تاریخ عملیات۔
حصہ دوم: قرآنی عملیات حصہ سوئم:۔ حدیثی عملیات حصہ چہارم:۔ عملیات اسم اعظم حصہ پنجم:۔ مشائخی عملیات

۱۲۔ خطبات الحنفیہ | اس عظیم کتاب میں سال بھر کیلئے عربی خطبات جمعہ لکھے گئے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبع تابعین یا بزرگان دین پڑھا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر خطبے کے ساتھ ہر جمعہ کے لئے مستند وعظ اردو میں تحریر فرمایا ہے۔

۱۳۔ تحفۃ الاحباب فی مسئلۃ ایصال ثواب | اس میں ایصال ثواب کے متعلق اسلامی جماعتوں کے اختلاف، اس مسئلہ کی صحت کے قرآن و حدیث سے دلائل۔ ضروری استفسارات کے جواب اور ایصال ثواب کے مروجہ و متوارث طریقوں کا بیان شرح و بسط سے درج ہے۔

۱۴۔ جنگ بلقان | اس کتاب میں جنگ بلقان کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] یہ حصہ معلوم نہیں کس کی تصنیف ہے۔

۱۵۔ نماز مترجم | آسان اردو زبان میں نماز کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ضروری مسائل بھی موزوں فرمائے ہیں۔

۱۶۔ سوانح عمری رسول مقبول | اس میں سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور سیرت و کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۷۔ سلسلہ اسلام (دس حصے) | پہلا حصہ۔ پانی کے مسائل۔ دوسرا حصہ۔ نجاستوں کے مسائل تیسرا حصہ۔ غسل کے مسائل۔ چوتھا حصہ:۔ احکام وضو کی تشریح۔ پانچواں حصہ:۔ تیمم کے مسائل۔ چھٹا حصہ:۔ مسجد کے احکام۔ ساتواں حصہ:۔ آذان کے مسائل۔ آٹھواں حصہ نواں حصہ اور دسواں حصہ ان میں نماز کے احکام و مسائل مفصل طور پر لکھے گئے ہیں۔

۱۸۔ انوار اللمعہ فی اسرار الجمعہ | اس کتاب میں نماز جمعہ کے فضائل اور احکام و مسائل پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۹۔ احتیاط الظہر | اس میں احتیاط الظہر کے تمام اختلافات مدلل ذکر کر کے حق مذہب کو شرح وبسط کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

۲۰۔ آداب سلام | اس کتاب میں سلام کرنے کا اسلامی طریقہ اور مصافحہ و معانقہ کرنے کے صحیح طریقے احادیث وفقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔

۲۱۔ شب برات | اس میں شب برات کے احکام و مسائل نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ سپرد قلم کئے ہیں۔

۲۲۔ مناجات | اس کتاب میں عربی، فارسی، اردو، پنجابی زبان میں لکھی گئی مناجاتیں جمع کی گئی ہیں۔

۲۳۔ رسالہ حقہ | حقہ کے جواز اور عدم جواز پر بحث ہے۔

۲۴۔ ضرورت شیخ | پیر و مرشد کی ضرورت اور آداب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۵۔ آسان سلسلہ تعلیم الاسلام | اسلام کی پہلی کتاب۔ اسلام کی دوسری کتاب۔ اسلام کی تیسری کتاب۔ اسلام کی چوتھی کتاب۔ اسلام کی پانچویں کتاب۔ اسلام کی چھٹی کتاب
ان کتابوں میں بچوں کے لئے آسان پیرایہ میں اسلامی عقائد و اعمال تحریر فرمائے ہیں۔ بچوں کے لئے بہت ہی مفید ہیں۔

جذباتِ فقیہِ زماں

۱۳۹۹ھ

نائبِ رسول مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہٗ

۱۳۷۹ھ

اشاعت بارِ اوّل آثارِ خامہ
۱۳۴۸ھ

سالِ وفات نیک خصال
۱۳۷۹ھ

طالبانِ علمِ دیں کے اوستاد | خوش خصال و خوش بیان و خوش نہاد
ہے محمد صالح جن کا اسمِ پاک | عالم و فاضل فقیہِ خوش نژاد
جن کے فیضانِ قدم سے بالیقیں | میرا نوالی ہے رشکِ صد بلاد
پردہ ہے تصنیفِ اطہر آپ کی | جس سے حاصل دیدہ و دل کی کشاد
انما شئی خیرٌ للنساء کی شرح پاک | اہلِ دانش کا ہے جس پر اتحاد
جستجو تھی سالِ رحلت کی مجھے | غیب سے پوری ہوئی دل کی مراد

اے قمرؔ! کہہ دو بالفاظِ دعا
"مرقدش از نورِ حق معمور باد"
۱۳۷۹ھ

کفش بردارِ علمائے ربانی
قمر یزدانی
پنوان ضلع سیالکوٹ

یکم جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ
۲۸ را پریل ۱۹۷۹ء

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

حمد — تمام تعریف اس واجب العطایا کو زیبا ہے۔ جس نے انسان ضعیف البنیان کو جوہر عقل سے ممتاز فرمایا۔ عقل کی بدولت اس کے دل ودماغ کو صحیح احساسات سے متاثر ہونے کی صلاحیت بخشی اور ان احساسات سے اس کو شرم وحیا کے فضائل کا ثمرہ عطا فرمایا۔ جس سے ہر صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ جس انسان میں شرم وحیا نہیں اس میں صحیح احساس نہیں۔ جس میں صحیح احساس نہیں اس میں عقل نہیں۔ جس میں عقل نہیں وہ انسان نہیں نرا حیوان ہے بلکہ حیوان سے بدتر۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ؕ (وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ۔ پ سورہ انعام) وہ مالک الملک جس نے ننگی زمین کو موالید ثلاثہ کی کائنات سے ڈھک کر ننگے درختوں کو ہرے ہرے پتوں کا لباس پہنا کر۔ پہاڑوں کو سبزہ وروئیدگی کا خلعت بخش کر حتیٰ کہ اربعہ عناصر کے ایک کرۂ پر دوسرے کرہ کو اور ان پر آسمانوں کو پردہ پوش بنا کر یہ اشارہ فرما دیا کہ ماہ سے ماہی تک تمام کائنات پر ستر وحجاب کا قانون مؤثر ہے ؎

از برائے پردہ داناں درس فراش صنع
بر ہوا افگندہ شادروان نو نوے ایں سرا

حمد ستار عیوب کی قدرت کے ہر فعل میں پردہ کی رعایت مرکوز ہے۔ انسان کو پردہ عدم سے نکال کر پردہ رحم میں پرورش دی۔ پھر ایک میعاد موجل تک اپنی گوناگوں نعمتوں کے پردہ میں زندگی بخش کر اس کو پردہ خاک میں مستور ومحجوب کر دیا۔ حتیٰ کہ روز قیامت میں بھی اس کی ستاری ہی اس کے جرائم ومعاصی کی پردہ پوشی ہوگی ؎

لطف تو خطا کاری مستاں پوشد
شرمندہ الطاف خطا پوشی توہم

نعت

درود نا محدود حضور سرور عالم فخر بنی آدم رسول الثقلین نبی الحرمین بزرگ بعد از خدا انبیاء و مرسلین کے پیشوا پر - جن کی تعلیمات عالیہ سے جماعت انسان کی اخلاقی عریانی تہذیب و شائستگی کے لباس سے مستور ہوئی جنہوں نے اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ (حیا ایمان سے ہے۔ مشکوٰۃ شریف) کا فرمان واجب الاذعان بخش کر فیصلہ فرمادیا کہ حیا اور پردہ وغیرہ لوازم حیاء اور شرط مسلمانی ہیں۔ دنیا فحش و بے حیائی کے گڑھے میں گرتی چلی جارہی تھی جو جہنم کی آگ سے پُر ہے آپ نے اپنی حیا آموز تعلیمات سے مخلوق کو اس ہلاکت خیز گڑھے میں گرنے سے بچایا ؎

راست می فرمود آں بحرِ کرم ... بر شما من از شما مشفق ترم

من نشستہ بر کنارِ آتشے !! ... با فروغ شعلہ دلبس ناخوشے

کہ شما پروانہ وار از جہلِ خویش ... پیش آتش مے کشید ایں جملہ کیش

من ہمی رانم شمارا ہچو مست ... از در افتادن در آتش با دو دست

افسوس! اب پھر لوگ اس گڑھے میں گرنے لگے ہیں ؎

اے بسرا پردہ یثرب بخواب

خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَدَدَ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے

امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

ملت اسلامیہ کے لئے لمحہ فکریہ یورپ کا تمدن، یورپ کی تہذیب اور یورپ کی معاشرت ایک فتنہ بار گھٹا بن کر افقِ عالم پر چھائی ہوئی ہے اور اکثر ممالک پر اپنے اجتماعی و معاشرتی شرور و مفاسد کا مینہ برسا رہی ہے قرائن سے پایا جاتا ہے کہ اس بارانِ فتن سے عنقریب ایک عالمگیر سیلاب پیدا ہو کر دنیا کی بستی بستی پر احاطہ کرے گا۔ اور دنیا کے امن و امان کے ساتھ اسلامی عفت و عفاف اور حیاء و تقوے کو بھی بہا لے جائے گا

یورپ نے عورت کو جو خلافِ فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کے لئے بلا نقاب و بے حجاب بلا محابا چلنا پھرنا تنہا سیر و سفر کرنا اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط و تخلیہ مکالمت و مصاحبت اور مصافحہ و معانقہ کرنا جائز کر رکھا ہے۔ آج دیگر اقوام کے دلوں میں بھی اس کی ریس جوش زن ہے۔ چنانچہ ترکی نے تحقیقۃً اور صاف طور پر یہ مراسم اپنی معاشرت میں داخل کر لئے۔ مصر مدت سے اس منزل کے قریب آرہا ہے ایران بھی اسی راہ پر گامزن ہونے کیلئے غور کر رہا ہے۔ اور افغانستان کے شاہی خاندان نے تو ان مراسم کی شیفتگی پر تخت و تاج تک قربان کر دیا۔ یہ تازہ فتنہ ہندوستان میں بھی رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ آج بعض اعلیٰ و متوسط اسلامی طبقات کی یہ حالت ہے کہ جن معزز گھرانوں کی عورتیں کبھی گھر کی دہلیز میں قدم رکھنا بھی شیوۂ حیا کے خلاف سمجھتی تھیں آج ان کی نوجوان بہو بیٹیاں کھلے بندوں میں بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ جس حریم ناموس میں ایک پانچ سالہ اجنبی لڑکے کی باریابی بھی عزت کے منافی سمجھی جاتی تھی اس کی عورتیں اب بازاری نگاہوں کے ہاتھوں سے یورپین فیشن کے مطابق اپنے کاکل و گیسو کی قطع و برید کرانے کی شائق ہوتی جاتی ہیں اور یہ جرأت و بے باکی اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ کہ بے پردگی و حجاب افگنی کا جو خیال کبھی عورتوں کے دماغ کے قریب بھی نہ آتا تھا اور صرف بعض شیفتگانِ مراسم فرنگ کی زبان سے ہی کبھی کبھی اس کا اظہار ہوتا تھا۔ آج تو جماعتِ نسواں نے اس کو اپنا بنا کے دعویٰ بنا لیا ہے چنانچہ پچھلے دنوں لاہور میں بہت سی معزز خواتین نے اپنا ایک ڈیپوٹیشن مرتب کر کے وزیر بلدیات پنجاب کے حضور میں فریاد کی کہ ہماری جماعت کو رسم پردہ کی دیرینہ قید سے رہائی ملنی چاہیے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

افسوس! کہ تقلیدِ فرنگ کے شائقین کو کچھ خبر نہیں کہ ہم جس راہ پر چل رہے ہیں، وہ کعبہ کی بجائے ترکستان کو نہیں بلکہ فرنگستان کو جا رہا ہے۔ وہ تہذیب کی بجائے قومیت کی تباہی اور تخریب پر منتج ہوتا ہے۔ آج ایشیائی اقوام جو یورپ کی تہذیب و تمدن کی دلدادہ ہو رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف وہ اپنے اپنے دین و مذہب سے بیگانہ ہو جائیں گی۔ بلکہ ان کی قومیتیں بھی یکسر نیست و نابود ہو جائیں گی

یورپ کا حملہ

یورپ چند صدیوں سے ایشیائی ممالک پر قابض ہو جانے کا بیڑا اٹھا چکا ہے اور ہر تدبیر سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر اپنے شکم آز کو پُر کرنے میں مصروف ہے مگر قطعات ارضی پر اس کے قابض و متصرف ہو جانے سے اقوام کی قومیتیں نہیں مٹتیں۔ توپوں سے بڑے بڑے قلعے مسمار ہو گئے۔ بلند و بالا عمارتیں پیوند زمین ہو گئیں۔ بندوقوں اور مشین گنوں سے ہزاروں، لاکھوں ہستیاں عدم آباد پہنچ گئیں۔ مگر باوجود اس کے اقوام و ملل کی ہستی قائم رہی۔ لیکن اب یورپ کا ایشیا پر ایک اور ہنگامہ خیز اور فتنہ انگیز حملہ شروع ہے جو توپوں اور مشین گنوں سے کہیں زیادہ ہلاکت بار اور تباہ کن ہو گا۔ اس سے اندیشہ ہے کہ ہر قوم کی قومی ہستی بھی فنا و نابود ہو جائے۔ ایشیائی روایات صفحہ روزگار سے قطعی طور پر محو ہو جائیں۔ یہ حملہ یورپین تہذیب اور فرنگستانی اطوار و عادات کا ہے۔ جس کے آگے ایشیائی تہذیب سرنگوں ہوتی جاتی ہے اور ایشیائی شعار و اطوار مٹتے جا رہے ہیں۔ یہ حملہ آتشیں اسلحہ اور تیغ و سنان کی حرب و ضرب سے کہیں زیادہ کارگر ہے۔ اس کے زور و طاقت کے آگے ایشیائی اقوام خود بخود گرتی اور مسخر ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی تہذیب فنا ہوتی جاتی ہے۔ ان کے خصائص قومی مٹ رہے ہیں۔ ان کی قومیت کے امتیازات نابود ہو رہے ہیں۔ اگر چندے یہی حال رہا۔ تو ان ایشیائی اقوام کا لباس و انداز۔ ان کی بود و ماند، ان کا طور و طریق۔ ان کا طرز زیست۔ ان کا انداز زندگی سب یورپین نمونے پر ہو گا اور وہ اہل یورپ کے مقلدین کی حیثیت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ان کو اپنا شاندار ماضی فراموش ہو جائے گا۔ اپنے اسلاف کے قابل فخر کارناموں کی یاد ان کے صفحۂ دل سے محو ہو جائے گی۔ وہ اپنے کیش و مذہب۔ اپنے دین و دیانت اور اپنے اخلاق و آداب کے ساتھ اپنے قومی وجود کا جنازہ بھی یورپ کی سرحد میں دفن کر دیں گے۔

پہلے مسلمانوں کی حالت

اسلامی شان و شکوہ کا آفتاب اس وقت بلندی پر درخشاں تھا۔ جب مسلمان اسلامی آداب و اطوار سے سختی کے ساتھ متمسک تھے۔ اور یہ حیا سوز و حمیت افگن مراسم جو آج یورپ کی مایۂ ناز تہذیب میں داخل ہیں اور مشرق کی گمراہ و ناعاقبت اندیش اقوام نے ان کو واجب

التقلید سمجھ لیا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں کی نظر میں یہ مراسم صرف ذہنی تشویش و ابہام کے لئے ہی زیبا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم ملکہ زبیدہ خاتون کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے محل میں سر کے بال کھولے بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ایک غلام بے خبری میں کسی کام کے لئے ادھر آیا تو بیگم کو برہنہ سر بیٹھے اس نے دیکھ لیا اور لرز کر جھٹ پیچھے ہٹ گیا۔ زبیدہ نے خادم کے ذریعے اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ تم نے ہمارا کون سا حصہ جسم دیکھا ہے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ صرف سر کے بال مجھ کو دکھائی دیئے تھے زبیدہ نے مشاطہ کو بلا کر اپنے سر کے بال کٹوا دیئے اور کہا کہ ہم کو اس چیز کا اپنے بدن پر باقی رکھنا گوارا نہیں جس پر ایک نا محرم کی نظر پڑ چکی ہے۔

عروج و زوال آہ! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان حیا و حمیت کے صحیح مسلک پر چلتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ایک غیور مسلمان خاتون دیکھتی کہ اس کے سر کے بالوں پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے تو وہ ان کو بمنزلہ نجاست

سمجھ کر ان کے بار سے اپنے سر کو سبکدوش کرنا ضروری سمجھتی تھی اور ایک آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسم و عادت کی تقلید کو مایۂ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے جن کے نزدیک شرم و حیا کا کوئی مفہوم ہی نہیں۔ جو اپنی نساء ثیبات و ابکار کا (شادی شدہ اور کنواری عورتوں کا) غیر محرم اور اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ (علیحدگی) میں ملنا، بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک سیر ہونا اور ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

فَاهًا ثُمَّ اٰهًا ثُمَّ اٰهًا!

سببِ تالیف یہ افسوسناک والم انگیز حالات ہیں جنہوں نے خاکسار کو ان چند اوراق کے مرتب کرنے پر آمادہ کیا۔ تاکہ ان شیدایانِ مراسم فرنگ پر ظاہر کیا جائے۔ کہ وہ عورت کو ناجائز آزادی دلانے کی سعی میں کس قسم کی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔

مخالفین پردہ کی دو قسمیں مخالفین پردہ کی جماعت عموماً دو قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ایک وہ فلسفی مزاج جو عورت کا پردہ از روئے عقلِ سلیم فطرت انسانی کے خلاف اور سر و کالے پرغنے پر مجبور کرنا، ان کے پیدائشی حقوق میں دست اندازی سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں ان لوگوں پر ثابت کیا جائے گا کہ پردہ نسواں عقل و دانش اور فلسفہ و حکمت کے معیار سے عین مقتضائے فطرت ہے۔ دوسرے وہ فسوں ساز و فتنہ پرداز لوگ جو عوام المسلمین پر اثر ڈالنے کے لئے پردہ کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے ہیں اور اپنے دعوای کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث سے غلط استدلال بلکہ تحریفِ آیات تک میں دریغ نہیں کرتے۔ دوسرے حصہ میں انہی لوگوں کے دجل و فریب کی قلعی کھولنا مقصود ہے تاکہ عوام الناس ان لوگوں کے اقاویلِ باطلہ سے دھوکا نہ کھائیں اور ان پر ثابت ہو جائے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں پردے کے بارے میں صحیح احکام کیا ہیں اور اہل غرض نے تعلیمات دینیہ کی عزت و احترام سے خالی القلب ہونے کے باوجود محض لوگوں کو بہکانے کے لئے آج کس طرح آیات و احادیث کو اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے اور وہ ان سے غلط استدلال کر کے اپنے آپ کو گنہگار اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

گو ممکن ہے کہ اس مخلصانہ گزارش سے کسی بندۂ خدا کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس غلطی کی وبا سے بچ جائے۔ مگر ہمارا گمان غالب یہ ہے کہ پیغمبری پیش گوئیوں کے مطابق اب وہ دورِ فتن آگیا ہے جبکہ نصاریٰ کے تمدن اور معاشرت کا ہفت اقلیم میں سکہ چلنے لگے گا۔ اور اسلامی آداب و مراسم کا نام و نشان تک مٹنے کے قریب ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہماری یہ تمام خامہ فرسائی اور یہ دماغ سوزی بے کار ہے۔ آج یورپ کی تقلید کا طوفان اس زور و شور سے اٹھا ہے کہ کوئی طاقت اس کی روک تھام سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ اہل قلم کا زورِ تحریر یہاں بے بس ہے۔ شاعروں کی شیوا بیانی غیر مؤثر ہے واعظوں کے وعظ بے سود ہیں۔ اسی طرح ہماری یہ چیخ و پکار بھی یقیناً"

صدا بصحرا ہو کر رہ جائے گی۔ پس یہ آواز جو ایک مختصر تالیف کی صورت میں اٹھائی جا
رہی ہے۔ ایک مایوس کی آخری آواز سمجھنی چاہیے جو ایک جہاز کو غرق ہوتے دیکھ کر
اہل جہاز کو نجات کی کوشش کے لئے پکار رہا ہے تاکہ نزول قیامت میں وہ ان مستوجبین
بارگاہ رب العزت میں شامل ہونے پر مجبور نہ ہو۔ جن پر اپنی ملت کو برباد ہوتے دیکھنے اور خاموش
ہو رہنے کا الزام عائد ہوگا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

پہلا حصہ، عقلی بحث

پردہ کی فطری ضرورت

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں — اکبرؔ زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا — بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

بے شک تمام نفوس و قلوب کا موزوں و متناسب اور حسین و جمیل اشیاء کی طرف میلان ایک طبعی امر ہے جو نظامِ عالم کے خاص اسرار میں سے ہے۔ مگر ہر من بھاتی چیز کی محبت ہمیشہ مفید نہیں ہوتی بلکہ اس آیت کریمہ کے مطابق وَعَسٰٓی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡـًٔا وَّہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ (اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو (پ ۲ ع ۱۰)

بہت سی چیزیں جو طبعاً مرغوب و پسندیدہ ہوتی ہیں۔ عقل و دانش اور دین و دیانت ان کے مضر و خطرناک ہونے کی شہادت دیتی ہے تو ان کا ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک خوش رنگ سانپ جس کے نقش و نگار دلفریب ہوں۔ دیکھنے میں انتہائی اچھا لگتا ہے لیکن دین و دانش یہ ہرگز اجازت نہیں دیتے کہ اس کو ہاتھ لگائیں کیونکہ اس کو ہاتھ لگانا پیغام موت ہے اسی طرح مرد و عورت کا آپس میں میلان ایک طبعی امر ہے۔ جس پر انسانی معاشرت کے مصالح مبنی ہیں۔ لیکن یہ حد جواز کے اندر ہی مستحسن ہے اور اگر یہ جذبہ حدِ اعتدال سے بڑھ جائے اور اس میں میاں بیوی اور غیر مرد و عورت کا امتیاز نہ رہے تو یہی میلان مضر و خطرناک بن جاتا ہے۔ جس کے اسباب و دواعی کی روک تھام واجب ہو جاتی ہے۔

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مرد اور عورتیں بالکل ایک دوسرے سے جدا رہیں اور ایک دوسرے کے سامنے نہ ہونے پائیں کیونکہ اس سے دنیا کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اگر آزادانہ و غیر مشروط اختلاط ہو تو ایسے دو صنف کے مرد و عورت بھی بہت ہی کم ملتے ہیں جو ایک دوسرے کو دیکھیں اور وہ کشش جو قدرت نے تمدنی و معاشرتی مصالح

کی بنا پر ان کے دلوں میں پیدا کی ہے، اپنا اثر نہ دکھائے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط و مصاحبت اور ملاقات و مکالمت کے متعلق خاص قانون وضع کیا جائے۔ جس کی بدولت ان شرور و مفاسد کا اندیشہ نہ رہے جو مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول میں مقتضیاتِ طبع کے بے قید اور بے روک ٹوک ہو جانے کے باعث ممکن بلکہ یقینی ہیں۔ اس شرعی قانون کے ماتحت ستر اور پردے کا حکم ہوا ہے۔

کیا پردہ ترقی کا مانع ہے

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیجا میل جول کو ممنوع قرار دے کر ایک حد تک پردہ قائم کر دیا جو عفت و عصمت کا ضامن، معاشرتی اور تمدنی امن کا کفیل ہے۔ جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے۔ ان میں عصمت کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

دیکھو اس قوم کو ہے جس نے اٹھایا پردہ — ذلت دن ہوتی ہے بے پردگی سے پردہ دری

لیکن یورپین تمدن کے دل دادہ مسلمان جو آزاد مزاج واقع ہوتے ہیں وہ پردے کے سخت مخالف ہیں وہ پردے کو محض قید اور حبس بے جا کہتے ہیں۔ وہ مستورات کے کھلا پھرنے، گاڑیوں اور بائیسکلوں پر سوار ہو کر گول باغ یا ٹھنڈی سڑک پر نکلنے اور اپنے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ لئے چلنے کو پسند کرتے۔ اور اسی کو تہذیب اور شائستگی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ہم میں سے پردے کا رواج اور طریقہ دور نہیں ہوگا ہم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے ہماری پستی اور تنزل کی اصل وجہ یہی پردہ ہے۔

یہ تمام دعاوی محض یورپ کی طرز زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے طبع زاد ہیں، ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ نہ مانع ترقی ہے۔ نہ اس سے ملت اسلام کے قومی عروج میں کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا احتمال ہے اور نہ وہ خواتین اسلام کی تعلیم و تربیت کا مانع ہے۔ جس وقت مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے۔ وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری بڑی بڑی اقوام سے پیش قدم تھے۔ اسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا۔ اس زمانہ کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس وقت مسلم خواتین پروفیسریاں کرتی تھیں۔ وعظ کہتی تھیں۔ تلقین و ہدایت کرتی تھیں اور یہ فرائض پس پردہ انجام

پلاتے تھے۔ مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ لیتی تھیں۔ اہلِ فوج کے لئے آب رسانی کا بندوبست اور مجروحین کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ پیادہ و سوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں۔ مگر پردہ و حجاب ہر حالت میں لازم سمجھا جاتا تھا۔ یہ ان مشاغل سے مانع نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ اس وقت کے غیور مردوں کے دل میں کبھی یہ سوال پیدا ہوا کہ پردہ ترقی کا مانع ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی وفد بنا کر امیر المومنین کے حضور میں یہ درخواست کی کہ ہمیں پردہ سے آزادی ملنی چاہیے۔

بے شک آج مسلمان قوم تنزل کی گہرائی میں گری ہوئی ہے مگر اس کا ذمہ دار پردہ کو قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ اس تنزل و ادبار اور اس نحوست و فلاکت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے دینِ الٰہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے اللہ کے باندھے ہوئے قوانین کی پابندی ترک کر دی۔ جس سے ہم کمزور و ناتواں اور اقوامِ عالم میں ہلکے ہو گئے۔ اگر پردہ وغیرہ اسلامی احکام ہماری موجودہ نکبت و ادبار (ذلت و پریشانی) کے باعث ہیں۔ تو قرونِ سابقہ کے مسلمان کیونکر ترقی کر گئے تھے جو پردہ نسواں کے شدت کے ساتھ پابند تھے۔ جس کا ثبوت زبردست دلائل کے ساتھ آگے چل کر دیں گے۔ سب سے پہلے تو دیکھئے مسلمین سابقین ان احکام کے سارے مخاطب ہوتے تھے کہ آنکھیں نیچی رکھو۔ عورتیں جاہلیت کا سا بناؤ سنگھار نہ کریں۔ گھروں میں رہیں اگر باہر جانا پڑے تو نکل کر شرم و حیا سے چلیں وغیرہ وغیرہ۔ ان اصحاب نے ان احکام پر اس عمدگی سے عمل کیا کہ آج ہم اس کا عشر عشیر بھی بجا نہیں لاتے اور ساتھ ہی دنیا کو ترقی کی بالاترین منزل پر فائز ہو کر دکھایا۔

ہمارا تو یہ خیال ہے کہ یہ محض دین فراموشی اور نفس پرستی ہے۔ جو یورپ کی تقلید کی متقاضی ہو رہی ہو۔ فرنگستانی اقوام کی رنگ رلیاں دیکھ کر نفس گمراہ ہوا چاہتا ہے کہ وہ لطف و لذت کی زندگی اختیار کی جائے اور ترقی کا شوق محض بہانہ ہے۔

بے پردہ اقوام کی حالت کا فوٹو جن اقوام میں پردہ نہیں ہے یا جو پردے کے پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کا کھلم کھلا ملاپ جائز رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ مرد و عورت

خواہ ہندی ہوں یا فرنگستانی، چینی ہوں یا ایرانی۔ ان کا تخلیہ میں ملنا ایسا ہے۔ جیسا آگ اور بارود کا اجتماع ؎

بنسبت مرد کے عورت کی خلقت میں نزاکت ہے
ادا ہے ناز ہے غمزہ ہے شوخی ہے شرارت ہے
فروغ حسن عالم تاب پھر اس پر قیامت ہے
ازل سے کشتۂ چشم عنایت ہر طبیعت ہے
جواں عورت کھلے منہ جب سر بازار چلتی ہے
رگ صبر و شکیبائی پہ اک تلوار چلتی ہے
نکلنا عورتوں کا آب و تاب و زیب و زینت سے
رواں ہر کوچہ و بازار میں ہونا نزاکت سے
تکلم بھی ادا کرنا تو انداز شرارت سے
یہ سامان دل آویزی نہیں کچھ کم قیامت سے

پھسل جاتا ہے دل آخر کوئی کیسا ہی انساں ہو
یہ وہ جا ہے جہاں بارد بھی محبوس زنداں ہو

لہٰذا اگر ہم مسلمانوں کو عورتوں کے پردے کا حکم ارتکاب فواحش سے بچنے کے لئے دیا گیا ہے۔ تو اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یورپ میں بے پردگی کی وجہ سے وقوع فواحش کا احتمال ہی نہیں یا وہ لوگ ایسے ضابطِ نفس اور خود دار واقع ہوئے ہیں کہ اجنبی مردوں عورتوں کے اختلاط کے باوجود وہ ہر طرح پاکباز و پارسا رہتے ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ وہ لوگ بھی انسان ہیں۔ ان میں بھی دواعی نفس اور مقتضیات طبع موجود ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نزدیک ارتکاب فواحش چنداں معیوب نہیں۔ اس لئے ان کو حظِ نفس کے حصول کے لئے کسی خاص ضابطہ و قانون کی ضرورت نہیں۔ ان کی کنواری لڑکی اختیار رکھتی ہے کہ نوجوان مردوں میں سے جس کو چاہے اپنی شادی کے لئے خود انتخاب کرلے اور جو نوجوان اس کو اپنی زوجیت کے لئے پسند آئے۔ اس کے ساتھ نکاح سے پہلے پہلے جب چاہے اور جس طرح چاہے خلا و ملا میں دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں ملے جلے۔ پھر اگر جذبات محبت کے ہیجان میں کوئی ایسا فعل اس سے وقوع پا جائے جو آئندہ چل کر ازدواجی زندگی کے لوازم میں شمار ہونے والا ہے۔ تو یہاں کوئی چشم احتساب اس پر لال پیلا ہونے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ لڑکی کے ماں باپ یہ سب کچھ جانتے ہیں، دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ مگر ان باتوں کو اپنی دختر بلند اختر کی سعادت مندی کے خلاف نہیں سمجھتے کیونکہ ایسے امور یورپین معاشرت کے لوازم ہیں۔

یورپ کی نام نہاد تہذیب کی اصلی بنیاد

جو بھولے بھالے مسلمان یورپ کی آزادی نسواں کی کورانہ تقلید کرنے پر تلے ہوتے ہیں ان کو پہلے مبصرانہ طریق سے پس و پیش پر نظر ڈالنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہم کون تھے اور یورپین اقوام کون تھیں؟ ہم ابتدائے آفرینش سے دین الٰہی کے حامل، اخلاقِ عالیہ کے پابند اور روحانیت کی دولت سے بہرہ ور چلے آئے ہیں۔ اقوامِ عالم نے تہذیب و تمدن ہم سے پائی۔ عمران و حضارت (آبادکاری و شہریت) کے اصول ہم سے حاصل کئے۔ اپنی بے نور روحانیت کو ہماری مشعل ہدایت سے روشن کیا۔ بخلاف اس کے یورپ کی چند صدی پیشتر کی تاریخ جہالت و وحشت کا مرقع ہے جو بہائم و وحوش کی زندگی کے نمونے پیش کر رہی ہے۔ جس میں نہ تہذیب و تمدن کا کوئی حصہ نظر آتا ہے۔ نہ اخلاق و روحانیت کی کوئی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آج اگر یورپ موجودات ظاہری پر غور و تدبر کر کے عناصر عالم سے کام لینے اور خوش پوشی و خوش خوری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو گیا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کونین کی برکات و سعادت کا ٹھیکیدار بن گیا اور اس میں اخلاقِ عالیہ اور انوارِ روحانیہ بھی پیدا ہو گئے۔ ہرگز نہیں۔ وہ محض مادی دنیا کے جلوؤں کا مظہر ہے اور روحانیت سے بالکل بیگانہ ہے۔ وہ اخلاقِ عالیہ سے بدستور محروم ہے۔ اس کا قلب و روح اسی سابقہ جہالت و بربریت کی صفات سے متصف اور وحشیانہ رذائل سے ملوث ہے۔ جس کو ظاہری و مادی ترقی کے لباس نے ڈھانک رکھا ہے۔ اس کا مادی ٹھاٹھ گویا لالہ و نسرین کی ایک پھلواڑی ہے جس کے نیچے ردی اخلاق کی نجاست کا ڈھیر پنہاں ہے۔ اس کی ثروت و تمول (حکومت و دولت) محض ایک نظر فریب ملمع ہے۔ جس کا باطن ایک کھوٹی دھات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا آج اگر یورپ میں عورت کی آزادی بے پردگی اور نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط مروج ہے تو نہ اس لئے کہ یہ کوئی اعلیٰ تہذیب و تمدن کا لازمہ ہے۔ بلکہ یہ اقوامِ یورپ کی موروثی و قدیمی جہالت اور وحشی پن کی ایک یادگار باقی ہے جو اتنا زمانہ گزرنے کے باوجود آج تک زائل نہیں ہوئی۔ مادی ترقیات کے سیم و زر کے ڈھیر تو لگ گئے مگر ان کے نیچے اخلاقی نجاست کی جو آلائش قدیم سے چلی آتی ہے۔ بدستور موجود ہے۔

بے پردگی کے سبب انتہا پر خطرناک نتائج میں سے چند تازہ نظائر

برادران اسلام! ہم لوگوں کو اگر اہل یورپ کی تقلید کرنی ہے تو ان کے علوم و فنون میں ان کے سائنس و فلسفہ میں، ان کی ایجادات و اختراعات میں ان کی صنعت و حرفت میں کر سکتے ہیں۔ باقی ان کے اخلاق و امور اور ان کی طرز زندگی سے ہم کو سروکار نہ ہونا چاہیے ورنہ یہ امور ہمارے لئے اخلاقی ہلاکت اور روحانی موت کا موجب ہوں گے چنانچہ جن جن اقوام و جماعات میں یورپ کی دیکھا دیکھی عورتوں کی بے پردگی اور آزادی مروج ہو گئی ہے ان میں مذکورہ قسم کے نتائج نمودار ہونے لگے ہیں:

۱۔ ایک شخص کسی لڑکی کو پڑھانے پر مقرر ہوا۔ باہمی بے حجابی اور تخلیہ (علیحدگی) میں اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد اور تلمیذہ میں دوستانہ تعلق ہو گیا اور شادی کی تجویز پختہ ہو گئی لڑکی کی ماں نے اس تجویز کی مخالفت کی تو اس کے چند روز بعد وہ قتل کر دی گئی۔

۲۔ ایک لڑکی بے پردگی کے عالم میں کسی ڈاکٹر کی دکان پر چشمے خریدنے گئی۔ ڈاکٹر امتحان چشم کے بہانے اسے اندر تخلیہ میں لے گیا اور لڑکی کے بیان کے موافق اس سے کسی ناجائز امر کی خواہش کرنے لگا۔ تو لڑکی شور مچاتی بھاگی۔ دکان پر مخلوق کی بھیڑ لگ گئی۔ آخر پولیس نے مداخلت کر کے ڈاکٹر کی جان بچائی۔

(۳) ایک ماسٹر کسی لڑکی کو اس کے گھر پر پڑھانے کے لئے مقرر ہوا۔ عدم پردہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کی ماں ماسٹر پر فریفتہ ہو گئی۔ ایک رقیب اس محبت میں حارج ہوا تو وہ چند روز بعد قتل کر دیا گیا۔

خیال کیجیے اگر استاذ و تلمیذہ کو خلوت نشینی کا موقع نہ دیا جاتا۔ اگر لڑکی نامحرم ڈاکٹر کی دکان پر تنہا اور بے حجابانہ نہ جاتی اور اگر ماسٹر اور شاگرد کی ماں میں بے پردگی نہ ہوتی تو یہ ناگوار حوادث ظہور میں آکر کیوں ایشیائی رگ حمیت میں تہلکہ خیز تڑپ پیدا کرتے؟ شکر کا مقام ہے کہ ابھی مسلمانوں میں اس قسم کے واقعات کا ظہور نہیں ہوا۔ اور یہ وقائع ان غیر مسلم اقوام سے تعلق رکھتے ہیں جن میں پردہ نہیں ہے۔ یا وہ یورپ کی تقلید میں پیش قدمی کر کے پردہ ترک کر چکی ہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں نے بھی ان اقوام کی طرح پردہ کو خیرباد کہہ دیا۔ تو

ان کو بھی اسی قسم کے نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔[1]

یورپ میں بے پردگی کے نتائج کے چند نمونے

یورپ میں عورتوں کی بے پردگی سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ مذکورہ واقعات سے کہیں زیادہ ہولناک اور دل ہلا دینے والے ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں ان باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کی جاتی۔ یورپ کی سرزمین کے لئے واقعات کی یہ ہوا راس آجاتی ہے۔ وہاں ایک عورت سے حرام کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ اسے فخریہ گود میں اٹھاتی اور پیار کرسکتی ہے۔ وہاں دو مرد و زن علانیہ باغ میں مشغول زنا ہوتے ہیں۔ پولیس کا سپاہی اس بے حیائی سے مانع ہوتا ہے تو یہ اہل صحبت اس کو ڈانٹ دیتے ہیں بلکہ اس پر استغاثہ دائر کر دیتے ہیں۔ آخر اہالیٔ ملک کی ملامت اور اخبارات کی سرزنش سے پولیس کا ناک میں دم آجاتا ہے۔ وہاں حرام کے بچوں کی پیدائش کی کثرت ہے اور اس تولد حرام پر پھر اس قسم کے اور قبیح نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی وہ بچے گمنامی میں پرورش پانے کے بعد بڑے ہو کر شادی کرتے ہیں تو بعد میں شہادات و قرآن سے یہ راز کھلتا ہے کہ بھائی بہن میں یا باپ بیٹی میں یا ماں بیٹے میں رشتہ زوجیت قائم ہو گیا۔ یہ تمام بے پردگی اور نامحرم زن و مرد کے اختلاط کو جائز رکھنے کے نتائج ہیں۔ کیا وہ مسلمان جو پردے سے متنفر اور بے پردگی کے حامی ہیں۔ اس قسم کے واقعات کو اپنی قوم میں دیکھنا گوارا کرسکیں گے؟

---

[1] مصنف کے زمانے میں تو واقعی ایسے بدنما حادثے مسلمانوں میں خال خال نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں اتنی بے پردگی اور بے حیائی نہیں آئی تھی، لیکن جب سے یہ دونوں لعنتیں مسلمانوں نے اختیار کیں۔ مذکورہ واقعات سے بڑھ کر ہر روز ہماری اسلامی مملکت میں رونما ہو رہے ہیں۔ اخبارات پڑھنے والے حضرات سے یہ بات قطعاً پوشیدہ نہیں۔ دیکھئے فاضل مصنف کی دوررس نگاہ جن برے نتائج کو دیکھ رہی تھی ہم ان سے دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دے تاکہ ہم برے انجام سے محفوظ رہ سکیں۔ (ناشر)

یورپ کی حوصلہ مندیاں ہندوستان کی بساط سے بڑھ کر ہیں بے پردگی کی رنگ رلیاں کچھ

یورپ ہی کو زیب دیتی ہیں۔ گوری چٹی صورتیں، چینی اور ہاتھی دانت کی مورتیں جس بساط پر جمع ہوں اور جس راستے پر دوش بدوش چلیں۔ ان کو زیبا ہے۔ لیکن ہندوستان (پاک و بھارت) کی مختلف الاشکال مختلف الالوان گورے، کالے، گندمی، سانولے رنگ کے لوگوں کو یہ حالات راس نہیں آسکتے۔ جب میاں بیوی دونوں ہاتھ میں ہاتھ دے کر اور منہ سے کندھا ملا کر کھلم کھلا چلیں گے تو دیکھنے والے خواہ مخواہ مضحکہ اڑائیں گے۔ کیونکہ اگر میاں کی رنگت گوری ہے تو بیوی کی کالی اور اگر میاں کی رنگت کالی ہے تو بیوی کی گوری۔ غرضیکہ دیسی لوگ اہل یورپ کی ریس نہیں کر سکتے۔

ہندوستان یورپ کی ریس کر سکے۔ یہ انہونی بات ہے۔ ہندوستان (پاک و ہند) کی گھٹی میں یہاں تک حیاء و شرم کی آمیزش ہے کہ دوشیزہ لڑکیاں اپنے بیاہ شادی کا تذکرہ سن کر منہ چھپا لیتی ہیں یا اٹھ کر گھر کے کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے یورپ کی ہمت و حوصلہ کا یہ عالم ہے کہ انگلستان کی سفریجیٹ (حقوق طلب) عورتوں کی ایک لیڈر عظمیٰ اور زعیم کبریٰ جس کے جوش قلب نے زور بازو کا رنگ اختیار کر کے بعض معزز ارکان سلطنت کو گاڑی سے گھسیٹ کر نیچے گرا دیا تھا۔ مدت العمر دوشیزگی میں گزار کر آج آغاز پیری میں اپنے کسی آشنا کے ساتھ درپردہ گلشن عیش کی گل چینی کرتی ہے۔ تو لیڈری کی شان و عظمت اس فعل سے مانع نہیں ہوتی اور نساءِ فرنگ کی رہنمائی اور پیشوائی کا منصب جلیل اس شناعت و فحش سے باز نہیں رکھ سکتا۔ آخر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ پیرانہ سر دوشیزہ اپنے دوستوں کے سامنے اس کو پیش کرتی دکھاتی پھرتی ہے اور اس کے تولد کی اسراری داستان کو فخریہ لہجہ میں بیان کرتی ہے۔ ان باتوں کو یورپ ہی گوارہ کر سکتا ہے۔ پاک و ہند کی اقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً ان کو گوارا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

کیا پردہ مضر صحت ہے؟ بعض لوگ پردہ کے متعلق اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس سے عورت کی صحت بگڑ جاتی ہے گھر میں مقید، محدود رہنے سے عورتوں کے قوائے جسم مضمحل، رنگ زرد اور دوران خون کمزور ہو جاتا ہے مگر یہ اعتراض بھی محض اسی پروپیگنڈے کی قسم سے ہے جس سے پردۂ نسواں کو بدنام کرنا مقصود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں یہ حکم نہیں ہے کہ عورتیں پردے کے باعث تنگ و تاریک مکانوں میں پڑی سڑا کریں بلکہ پردہ کا اصل مطلب تو یہ ہے کہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شکل و صورت اور بناؤ سنگار کو نہ دیکھیں تاکہ وہ ہوسات نفسانیہ کے نتائج سے بچ جائیں اگر قیام صحت کے لئے عورتوں کا باہر چلنا پھرنا ضروری ہے تو اسلام اس کا مانع نہیں وہ برقعہ پہن کر صبح و شام گھر سے باہر نکل کر ہوا خوری کر سکتی ہیں، اور اس میں صرف اتنا لازمی ہے کہ وہ اپنے جسم اور زینت کو غیروں کی نظر سے بچائے۔ ہاں اسلام اس بات سے ضرور منع کرتا ہے کہ عورتیں شتر بے مہار بن کر گلی، کوچوں اور بازاروں میں بے حجاب غیروں کے سامنے ماری ماری پھریں۔

پردے کو مضر صحت قرار دینے والے اصحاب اتنا بھی سوچیں کہ کیا بے پردہ پھرنے والی عورتیں بہت صحیح المزاج اور قوی الجسم ہوتی ہیں اور ان کو کبھی کوئی مرض عارض نہیں ہوتا اور ان کے بطنوں سے جو اولاد پیدا ہوتی اور ان کی آغوش میں پلتی ہے۔ وہ پردہ نشین عورتوں کی اولاد سے زیادہ توانا و بہادر ہوتی ہے؟ دونوں قسم کی عورتوں کے مرض و موت کے تخمینہ کے لئے مردم شماری کے کاغذات موجود ہیں اور دونوں کی اولاد کی قوت و شجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری رائے میں تو نتیجہ برعکس ہے

نئی روشنی والوں کے دماغ میں آج کل یہ خبط سمایا ہوا ہے۔ کہ ہماری عورتیں بھی یورپین عورتوں کی طرح کھیل کود، تھیٹروں اور سینماؤں میں مردوں کے دوش بدوش رہیں۔ مقصود اس سے حظ نفس ہے اور بہانہ حفظان صحت اور تفریح طبع کا ہے۔

دیکھئے اسلام یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ عورتیں اپنا دل نہ بہلائیں۔ لیکن دل بہلانے کے لئے ڈھنگ ہیں۔ کوئی تو باغ کی سیر سے جی بہلاتا ہے۔ کوئی کھیل کود سے دل خوش کرتا

ہے۔ کوئی شکار کو باعث فرحت سمجھتا ہے۔ نئی روشنی والوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے گھر میں تفریح کا سامان موجود نہیں۔ انہیں پوری خوشی جبھی نصیب ہوتی ہے کہ صبح و شام بن ٹھن کر بیویوں کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلیں اور ٹہلتے ٹہلتے چہل قدمی کرتے ہوئے باغ یا دریا کی طرف چلے جائیں یا کسی کھیل تماشے میں مشغول ہوں۔ اور حسن خداداد کے کرشمے دیکھیں یا دکھائیں۔ کیا یہ عورتوں کی خیر خواہی ہے یا دشمنی؟

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو عورتوں کے لئے ہر قسم کے سامان گھر میں موجود ہیں۔ ان کی دلدشش ٹھنڈی سڑکوں اور باغوں میں خاک چھاننے کی نسبت گھر کے کام کاج، کھانا پکانے، چرخہ کاتنے، گھر کی صفائی وغیرہ میں زیادہ ہو سکتی ہے اور ان کی تفریح کے لئے بال بچوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

کیا پردہ سے تپ دق اور سِل ہو جاتی ہے؟ مخالفین پردہ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ ہزاروں عورتیں پردہ نشینی کی وجہ سے تپ دق اور سل وغیرہ جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ کیونکہ انہیں تازہ ہوا کھانے اور سیر و تفریح کرنے کا موقع نہیں ملتا؟

جواب، یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے کیونکہ جس طرح لاکھوں عورتیں تپ دق اور سل میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ اسی طرح لاکھوں مرد بھی ان امراض کا شکار ہو کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں حالانکہ ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں جن کے گھروں میں کوئی عورت بھی باوجود پردہ نشین ہونے کے ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتی کہ یہ کہا جا سکے کہ ان مردوں کو ان عورتوں سے بیماری لگ گئی ہوگی۔ کیا وہ مرد بھی تازہ ہوا کھانے سے محروم ہوتے ہیں؟

کیا پردہ کاروبار میں مخل ہو سکتا ہے؟ بعض مخالفین پردہ عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ پردہ کاروبار کا مانع ہے

جواب، یہ خیال سراسر لغو ہے۔ بلحاظ جائے رہائش کے لحاظ سے انسانی زندگی بسر کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک شہری۔ دوسری دیہاتی پھر ان میں حیثیت کی وجہ سے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض امیر، بعض غریب گویا یہ لوگ چار قسم کے ہوتے۔ شہری امراء، دیہاتی امراء شہری غرباء اور دیہاتی غرباء۔

شہروں اور گاؤں کے امیروں کا حال تقریباً ملتا جلتا ہے کیونکہ شہری امیر کام کاج کے لئے نوکر وغیرہ رکھ لیتے ہیں اور گاؤں والے کمین لوگوں سے اپنا کام کاج کرا لیتے ہیں یا کہیں نوکر بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے امیروں کی عورتیں اکثر اپنی نوکر چاکر عورتوں کی دیکھ بھال میں لگی رہتی ہیں، بعض کھانا پکانے اور سینے پرونے میں مشغول رہتی ہیں۔ بعض بچوں کی پرورش میں خود بھی نوکروں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مگر انہیں کسی کام کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ گویا ان کا کوئی کام ایسا نہیں جو پردہ میں مخل ہو۔ ہاں! اگر انہیں گھر سے کہیں باہر جانا پڑے بھی تو وہ چادر یا برقع اوڑھ کر جا سکتی ہیں۔ جس سے پردہ میں کسی طرح کا خلل پیدا نہیں ہوتا۔ رہی غریبوں کی حالت یعنی وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے علاوہ گھر کے کام کاج کے روزی کمانے میں بھی مدد لیتے ہیں۔ ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اوّل اپنے گھر کا کام کاج کرنا۔ یہ تو وہ آسانی سے پردہ میں رہ کر کر سکتی ہیں کیونکہ مزدور اور پیشہ ور غریب آدمی علی الصبح اپنے کام پر چلے جاتے ہیں۔ دوپہر یا شام کو واپس گھر آتے ہیں۔ اس سے ایسی عورتوں کے پردے میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑ سکتا۔ دوسرے مردوں کا ہاتھ بٹانا اس میں شہری اور دیہاتی عورتوں کی حالت میں کم وبیش فرق ہے۔ کیونکہ دیہاتی عورتیں اکثر ایسی مزدوری وغیرہ کرتی ہیں۔ جس کے لئے انہیں باہر کھیتوں، میدانوں یا مجمع عام میں جانا پڑتا ہے۔ بخلاف شہری عورتوں کے کہ وہ عموماً پیسنا، کاتنا، سینا، کشیدہ کاڑھنا یا کسی امیر کے ہاں ماماگری یا انا کا کام وغیرہ مزدوری کیا کرتی ہیں۔ جس کے لئے انہیں اپنے یا کسی امیر کے ہاں محفوظ اور باپردہ گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ ایک حد تک پردہ رکھ سکتی ہیں۔ لیکن دیہاتی غریب عورتیں علاوہ گھر کے کام کاج کے کھیتی باڑی میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مثلاً کپاس چننا، خوشے چھانٹنا، کوٹنا، صاف کرنا، کھانا لے جانا وغیرہ اس حالت میں بھی پردہ قائم رہ سکتا ہے۔ اس طرح پر کہ ایسی عورتیں گھر سے نکلتے وقت چادر اوڑھ کر سیدھی اپنے کھیت میں چلی جائیں لیکن وہاں جا کر اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ اگر وہاں کام کاج کرنے والے محرم ہیں تو چادر اتار کر کام کاج میں مشغول ہو جائیں۔ اگر غیر محرم ہیں تو گھونگھٹ نکال کر مردوں سے ایک طرف ہو کر کام کرنا شروع کر دیں۔ اس حالت میں صرف

ان کے دو پاؤں اور دو ہاتھ ننگے ہوں گے۔ جن کو کھلا رکھنے میں عقلاً بھی عیب نہیں۔ شریعت نے بھی اس صورت میں اجازت دے دی ہے۔

کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے؟ مخالفین پردہ کہتے ہیں کہ پردہ تعلیم و تدریس کا مانع ہے؟

جواب: پردہ تعلیم کے لئے ہرگز مانع نہیں۔ ہاں سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے پردے کا کسی قدر مانع ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو بعید نہیں لیکن یہ تعلیم سرے سے عورتوں کے لئے ضروری ہی نہیں۔ اس تعلیم سے اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے تو بہتر ہے۔ جس تعلیم سے لڑکیاں بن ٹھن کر بازاروں اور عام گزرگاہوں میں اوضاع جاہلیت (جاہلیت کی بے پردگی) کا نمونہ پیش کریں اسے تو دور ہی سے سلام ہے۔ ایسی تعلیم اہل یورپ ہی کو مبارک ہو۔ جس کو حاصل کر کے مرد عورت یہ کہنے لگیں کہ ہم کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ اصلی مجرم والدین ہیں۔ جو بڑی کوشش سے اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلاتے ہیں۔ حدیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ (علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے) کا مصداق اسلامی تعلیم ہے نہ کہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم۔ اور اسلامی تعلیم عورتیں اپنے گھروں میں اپنے باپ بھائی خاوند وغیرہ محرموں سے حاصل کر سکتی ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی بیٹی کو پڑھائے۔ خاوند کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کو پڑھائے۔ اگر لوگ اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دیں تو عورتیں کس طرح جاہل رہ سکتی ہیں؟ محرم اگر پڑھے ہوئے نہ ہوں تو جاننے والوں سے مسائل پوچھ پوچھ کر اپنی عورتوں کو سکھا سکتے ہیں۔ جس میں کسی کتاب، قلم، دوات اور تختی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرامؓ کی عورتیں اپنے خاوندوں سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کرتی تھیں۔ یہ نہ تھا کہ ساری عمر لکھنے پڑھنے تاریخ جغرافیہ یاد کرنے اور دنیا کے اور فنون سے واقفیت حاصل کرنے میں گنوا دیں۔ اگر گھر میں دینی تعلیم دینے والا کوئی محرم میسر ہو جائے تو کتابی علم کے حاصل

کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے عورتوں کا سکولوں اور کالجوں میں جانا نتائج کے اعتبار سے بہت ہی برا ہے اس کے لئے کوئی اور مستحسن تدبیر ہونی چاہیے۔

انگریزی تعلیم کا زہریلا اثر

اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ غلامانہ ذہنیت کا اصلی منبع کالج و سکول ہیں اور سب گناہوں کی جڑ غلامی ہے۔ پس جو امر غلامی کی جڑ ہو گا۔ وہی سب سیئات و معاصی کی علت ہو گا۔ لہٰذا سکول اور کالج تمام اخلاقی رذائل اور دینی کمزوریوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ آج کل سکولوں اور کالجوں میں بجائے تعلیم کے گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ بھرنا، ڈرامہ کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ پروفیسر لڑکوں کے سامنے ناچتے اور گاتے ہیں۔ گویا تھیٹر اور سینما وغیرہ جو لوگوں کے اخلاق و اموال کے لئے مہلکات سے ہیں ان کا سرچشمہ سکول و کالج ہیں۔ کیونکہ ان تماشوں میں انگریزی تعلیم یافتہ ہی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمایئے کہ پروفیسروں کا ناچنا گانا لڑکوں پر کیا اثر کریگا۔ شاید کوئی آزاد خیال یہ کہے کہ ڈراموں میں اور دیگر تماشوں میں عبرت ہوتی ہے۔ کہیں غربت و امیری کا ڈرامہ ہے اور کہیں ساہوکار اور کسانوں کا ڈرامہ ہے۔ کہیں عشق بازی کے برے نتائج کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ان ڈراموں میں غربت کا علاج ساہوکار کے پھندے سے بچنے اور عشق بازی کے برے نتائج سے محفوظ رہنے کے وسائل بتائے جاتے ہیں۔ تو ان میں کیا برائی ہو سکتی ہے؟ جواباً التماس ہے کہ اول تو جتنے لوگ ان تماشوں میں حصہ لیتے ہیں وہی ان بلاؤں میں زیادہ مبتلا ہیں۔ خواہ ملازم ہو یا مزدور جو کچھ کماتا ہے۔ ان تماشوں میں خرچ کر دیتا ہے اور گھر میں بال بچے فاقہ کشی کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حالات اور واقعات کو بذریعہ سوانگ نقل کرنے سے کبھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ بطور تماشے کے کیا جاتا ہے اور لوگ اس کو تماشا سمجھ کر حظ نفس کے لئے دیکھتے ہیں۔ لوگوں کا اصل مقصود گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ عبرت حاصل کرنا۔ الغرض تھیٹر سینما وغیرہ باعتبار نتائج کے بھی بہت بری چیزیں ہیں اور باعتبار اصل کے بھی۔

حامیان بے پردگی کا یہ کہنا کہ عورتیں پردہ کی وجہ سے جب کہ خود غلامی کی حالت میں ہیں اپنے لڑکوں کو آزادی کا سبق نہیں دے سکتیں۔ بالکل غلط اور تاریخ اسلام

سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ پردہ نشین عورتوں نے بڑے بڑے حکمران، امام اور اولیاء پیدا کئے ہاں ایسے نام نہاد اور آزاد پیدا نہیں کئے جو مذہب سے آزاد و متنفر ہوں۔ ایسے آزاد درحقیقت غلام نفس، اسیر شہوات اور پرستار حکومت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی آزادی اور تعلیم پر لات مارنی چاہیے۔ جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مصافحہ کریں ان کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کریں۔ ناچنے گانے کو کمال سمجھیں۔ غیر محرموں کے ساتھ سیر و سیاحت کریں اس تہذیب بمنزلہ تعذیب کے سیکھنے کے لیے دوسرے ممالک میں جائیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کی بھی اجازت نہیں دیتے۔

مسلمانو! کچھ تو ہوش کرو۔ ایسی مہذب مائیں اپنے بچوں کو کس قسم کی تہذیب اور ادب سکھائیں گی؟

جاتے عبرت ہے یہ تیرے واسطے پردہ تھا ہوش میں آ خواب غفلت سے تجھے کیا ہو گیا

غرض اس طرح کی ترقی کر کے اگر مسلمان بالفرض تمام دنیا کے بادشاہ بھی بن جائیں تو بھی اسلام کی نظر میں یہ سراسر خسران اور نامرادی ہے۔

کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم ہے یا کالجوں کی تعلیم

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہالت کی وجہ سے عورتوں میں توہم پرستی اور شرک و بدعت پھیل گئی ہے۔ جواباً التماس ہے کہ یہ بالکل صحیح اور درست ہے لیکن ان امراض کا علاج سکولوں اور کالجوں کی تعلیم نہیں ہے بلکہ اس تعلیم سے اگر جہالت و توہم پرستی کے مرض دور ہو سکتے ہیں۔ تو بے حیائی، خود سری، خود پسندی، اسراف و تبذیر، بے دینی، آوارگی، خود نمائی وغیرہ صدہا ایسے امراض پیدا ہونے کا احتمال ہے جو جہالت سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا ایسی تعلیم سے ان کا جاہل رہنا ہی بہتر ہے کہ دین و دیانت کی صلاحیت تو باقی رہے گی۔ کیونکہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے تو دینی صلاحیت ہی معدوم و مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم یافتہ عورتیں مسلمان کہلاتی ہوئی غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں۔ لہذا ان امراض کا حقیقی علاج دینی تعلیم ہے اور اسی کے لئے کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہیے۔

علمائے امت سے شرعی پردہ کی تشریح کی درخواست

پچھلے دنوں ایک مشہور اخبار میں مذکورہ بلا عنوان پر ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں علماء سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ پردہ کے باب میں متفقہ فتوٰی شائع کریں اور ساتھ ہی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر علماء نے اس طرف توجہ نہ کی تو رفتارِ زمانہ وہ کچھ کر دکھائے گی جو نہ ہونا چاہیے اور پھر کسی کے بنائے کچھ نہ بن سکے گا۔ اور جس طرح انگریزی تعلیم کو پہلے پہلے علماء نے حرام قرار دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں سے پیچھے کر دیا جس کے متعلق اب رو رہے ہیں۔ اور پچھتا رہے ہیں۔ اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کچھ چارہ نہ رہے گا۔ اور اس کے متعلق صاحبِ مضمون نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے کہ یورپین طریقہ پر عورتوں کی آزادروی افراط ہے اور ہمارا مروجہ پردہ تفریط۔ اس افراط و تفریط کے درمیان ایک بہترین راستہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُہَا کے موجب نکالا جا سکتا ہے۔ **جواب** یہ علمائے کسی متفقہ فتوے کی توقع رکھنا تو محض فضول ہے کیونکہ علماء دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو راؤں میں بھی اختلاف لازم ہے۔ اس کے علاوہ بعض کی نظر عمیق ہوتی ہے اور بعض کی سطحی۔ اس لئے بھی ان میں اتفاق قریب ناممکن ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو علمِ دین سے اصلاً واقفیت نہیں رکھتے اور مذہب میں مداخلت کر کے علماء کے منصب میں دخیل بنتے ہیں۔ اب علماء اگر اتفاق بھی کر لیں تو ان بہر دیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا پس جبکہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے اور عدمِ اتفاق کی صورت میں عورتوں کا بے پردگی پر اتر آنا لازم ہے۔ تو اب ہمیں بجز فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ (صبر ہی اچھا ہے) پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں اور ہمیں اس بے پردگی اور اس کے شرمناک نتائج کے دیکھنے کے لئے اسی طرح آمادہ رہنا چاہیے۔ جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔ معترض صاحب میں اگر ایمان و انصاف کا کوئی حصہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کی رائے کی قدر کرتا جو انگریزی پڑھنے

سے مخالف تھے[۱] کیونکہ واقعات نے ان کے خیال کی صحت کو روزِ روشن کی طرح صحیح ثابت کر دیا۔

لے برصغیر میں خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے سیاسی انحطاط، اقتصادی زبوں حالی اور معاشرتی زوال سے انگریزوں نے ——— غاصبوں اور قزاقوں کے روپ میں جس انداز سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں کے سکون و امن کے طائر کو اسیر کرکے اس کے پر نوچ لئے۔ صیاد نے دامِ ہمرنگِ زمیں جس طور سے بچھایا مشرق سے مغرب تک پوری دنیا انگشت بدنداں تھی۔ اس سے پیشتر کی تاریخ عالم ایسی پست اور عیار ذہنیت کی مثال پیش کرنے سے قاصر تھی۔ بڑے شہروں سے ہٹ کر دور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو تھوڑا بہت امن چین تھا اسے بھی سمندر پار سے آنے والی رسہ گیر قوم نے سبوتاژ کرکے رکھ دیا۔ عیاری اور مکاری کے اس نخل کی بارآوری کے لئے انگریزوں نے اب ان دروازوں اور سرنگوں کو بند کرنا شروع کر دیا جہاں سے مدافعت کی توقع محسوس کرتے تھے۔ محب وطنوں سے زندان آباد اور آج انگریز کے وارے نیارے تھے۔

برطانیہ کی رونقیں بڑھ گئیں مگر یہاں ——— متحدہ ہندوستان میں خام مال سرقہ ہو گیا، افرادی قوت کو یرغمال بنا کر فوج میں بھرتی کر لیا گیا اور افرادی قوت برباد ہو گئی، معیشت تباہ ہو گئی۔ برصغیر کے وسائل نے دم توڑ دیا۔ آج ایک آزاد قوم حکم کی غلام بن گئی۔ چار سو ظلمت کے راج اور تیرہ بختی کی یورش نے خیمے گاڑ دیئے اور تمام قوم بے بسی کے بحرِ بے کراں کی اتھاہ گہرائیوں میں غرقاب ہو گئی۔ ظالم نے بری طرح گھائل کر دیا تھا۔ اور اب اذنِ آہ و فغاں بھی نہ تھی۔ زبوں حالی کے آنسو بہانے اور کفِ افسوس ملنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ جبر و تعدی کا تختۂ مشق بنا، بے بسی بے چارگی کے عالم میں زیست کے دن کاٹنا مقدر بن گیا تھا۔ چرخِ سالخوردہ نے دیدے پھیر لئے تھے ——— بے رخی پر اتر آیا تھا۔ خطۂ ارضی تنگ ہو گیا اور اب نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔

قومیں فاتح ہوں یا مفتوح ان میں ہمیشہ ہی کچھ ایثار منش لوگ ہوتے ہیں جو ڈوبتی نیا کے ناخدا ہوتے اور اسے پار لگاتے ہیں۔ قوم کا غم ان کے لئے سرمایۂ حیات ہوا کرتا ہے ——— قابلِ ستائش اور واجب الاحترام ہیں یہ ہستیاں! انہی مقتدر لوگوں کے صادق جذبے سے ایسی تبدیلیاں آئیں کہ تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ یہ مخلص لوگ اس ظالم و جابر بدیسی قوم سے ٹکرا گئے۔ سروں پر کفن باندھ کر میدانِ عمل میں نکل آئے۔ ہر محاذ پر بڑے زور کا رن پڑا۔ حق و باطل کا معرکہ تھا، ظالم اور مظلوم کی آویزش تھی۔ انسانیت کا خون بہہ رہا تھا جسے رائیگاں جانا تھا اور نہ گیا ——— !

[۱] اولاد اور حکومت کو دھوکے کا گھر سمجھتے اور نفس کی شوریٰ کے اصول کے تحت حکمران (باقی صفحہ ۲۴ پر)

قوم نے جب یہ سوچا کہ یہاں کے باشندوں خصوصاً مسلمانوں کو دھونس دھاندلی، لالچ اور تخویف سے اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا ناممکن ہے تو انہوں نے ذہنی تطہیر کے لئے اپنی مادری زبان ـــــ انگریزی کو ـــــ ایک زہر ہلاہل کو شیریں محلول کی شکل میں پیش کیا اور یہ بھی بتایا کہ یوں ہم باہمی تفاوت کو ختم اور سرد جنگ کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر کے یگانگی کے جذبات پیدا کر سکتے ہیں۔ ناعاقبت اندیش ضمیر فروش اور ابن الوقت لوگوں کے لئے یہ دعوتِ اغیار گویا نعمت غیر مترقبہ تھی۔ فوراً ہی تمدن، زبان اور کلچر اپنانے اور ہاں میں ہاں ملانے کے معاہدے میں شریک ہو گئے اور اس معاہدے سے روگردانی کرنے والے علما کرام کو قابل گردن زدنی قرار دے دیا گیا اور یہ وہی علمائے عظام ہیں جو بھاری اکثریت میں تھے اور جنہوں نے حب الوطنی و قومی بیداری میں راتوں کا چین اور دن کا آرام حرام کر لیا تھا۔ بے لوث لوگ تھے قوم کی سرفرازی کی خاطر عزت، وقار، تن، من، دھن ہر چیز داؤ پر لگا دی ـــــ سب کچھ نثار کر دیا۔

آج بھی مٹھی بھر کم فہم اور عقل کے اندھے موجود ہیں جو در پردہ ارض پاک کی بیخ کنی میں مصروف ہیں مگر بظاہر جبہ سائی اور جی حضوری کرتے نہیں تھکتے۔ یہ غیر ملکی گماشتے ہر محب وطن کو غدار ثابت کرنے کے درپے ہیں اور یہی لوگ بہی خواہوں کی صورت میں انہی علمائے کرام پر زبان دشنام دراز کرنے سے باز نہیں آتے اور بعض سادہ لوح لوگوں اور تازہ خون کو ساتھ ملا لیتے ہیں۔ غیرت ایمانی کا تقاضا تو یہ ہے کہ حالات کا تجزیہ اپنی مرضی کے بجائے حقیقت پسندانہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ علماء کرام کی عظیم اکثریت نے انگریزی زبان سیکھنے کی مخالفت کی تو مقصود انگریز کے کلچر، تمدن اور تہذیب کے اثرات مذمومہ سے ملک و قوم کو محفوظ رکھنا تھا۔

ان شب بیدار، نیک سیرت اور روشن کردار لوگوں کی مساعی جمیلہ سے انگریزوں اور ہندوؤں سے دائمی آزادی کے لئے علیحدہ ریاست کا پروگرام مرتب ہوا تو اس کام کی محرکی قوت مسلم لیگ تھی جسے قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میسر تھی تو انہی حضرات نے دامے، درمے، سخنے مسلم لیگ اور قائداعظم سے بھرپور تعاون کیا نتیجۃً دنیا کی سب سے بڑی مملکت اسلامیہ کا وجود عالم وجود میں آیا۔ ان علما کرام کی اسی طالع آزما گروپ نے مخالفت کی تضحیک و تحقیر کی، مسلم لیگ اور قائداعظم کے رستے مشکلات پیدا کی گئیں ـــــ قیام پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا آج بھی سامراجی طاقتوں کے آلۂ کار اور ممد و معاون ہیں گے

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

(ناشر)

چنانچہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کر رہے ہیں یہ سب انگریزی پڑھنے کی برکات ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اس کو چھوڑ دو۔ کسی طرف سے شور ہوتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے اس لئے خوب سود لو، کوئی چلاتا ہے کہ پردہ ظلم ہے، وحشت ہے۔ مانع ترقی ہے اسے اٹھا دو، کوئی چیختا ہے کہ خدا نے کم سنی کی شادی کو جائز رکھ کر قوم کو نقصان پہنچایا، اسے منسوخ کر دو۔ کوئی کہتا ہے کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھا دیا اور یہ معاذ اللہ خدا کی غلطی ہے۔ اس لئے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کو رواج دو۔ کوئی کہتا ہے کہ پرانی فقہ نے ہمیں تباہ کر دیا نئی فقہ بناؤ۔ جس میں تمام حرام چیزیں حلال کر دی جائیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کا خاتمہ کر دو وغیرہ وغیرہ۔

الغرض دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور انگریزی خوانوں نے برپا کر رکھا ہے جس میں بعض دنیا پرست محض نام کے مولوی بھی شریک ہو گئے ہیں۔

القصہ یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے تھے۔ لیکن معترض صاحب بجائے ان کی تصویب کے انہیں کو بیوقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں یونہی وہ کل پردہ مروجہ کی حمایت پر پچھتائیں گے لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے وہ کبھی نہیں پچھتائے۔ اور نہ ہی وہ پچھتائیں گے۔ جو پردہ مروجہ کی حمایت کرتے ہیں۔ بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنی رائے کی صحت کو دیکھ کر اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں۔ یونہی حامیان پردہ بے پردگی کے مفاسد کو دیکھ کر کل اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے جبکہ ہندوستان بیباک و جسارت، علانیہ زنا، فسق و فجور کی وجہ سے رشک یورپ ہو گا اور ہندوستان میں نہ کوئی صحیح النسب ملے گا اور نہ کوئی شریف۔ اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے جبکہ مرنے کے بعد ان ظالموں کو ان کی بغاوت الٰہی کی سزا دی جائے گی اور ان کو ان کی تمام مفاسد

حریت اور خود ساختہ ترقی و تمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔

الغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پچھتانے کی کوئی وجہ ہے اور نہ پردہ مروجہ کی حمایت پر۔

اگر بے دین لوگوں نے انگریزی کے باب میں علماؑ کی مخالفت کی تو اپنا ہی نقصان کیا۔ علماؑ کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

رہی یہ بات کہ علماؑ اگر کسی مستدل بات پر متفق ہو جائیں تو اس فتنہ کی روک تھام ہو سکتی ہے سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ جن باتوں پر علماؑ متفق تھے ان میں اہل اہوا نے کب ان کا ساتھ دیا۔ اسی طرح اگر وہ پردہ کے باب میں متفق ہو جائیں تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا ابھر چکی ہے اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے۔ وہ علماؑ کے فتویٰ کو کب مانیں گے۔ ایسی حالت میں علماء کو حق پر قائم رہنا لازم ہے۔ خواہ اہل اہوا ان کے ساتھ موافقت کریں یا مخالفت۔ علماؑ صیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (سورہ بقرہ رکوع ۱۶) اور تم کو جو علم حاصل ہو چکا ہے اگر اس کے حاصل ہونے کے بعد بھی تم ان لوگوں کی خواہشوں پر چلے تو اس صورت میں تم بھی نافرمانوں میں شمار ہو گے۔

اب ہم معترض کے اس اعتراض کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو اس نے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کہا ہے اور کہتے ہیں کہ معترض کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اگر یورپین لیڈیوں کی طرح پوری مادر پدر آزادی نہیں دی جاتی تو انہیں کم از کم نیم آزاد کر دیا جائے تاکہ مردوں کے دوش بدوش چلنے پھرنے کی گنجائش نکل آتے اور یہ اوسط درجے کی آزادی ہو گی جس کو خیر الامور کہا جا سکتا ہے۔

اگر صاحب مضمون کا یہی خیال ہے تو اس میں اول یہ سوال ہے کہ یہ تجویز آپ نے قانون شرعی کی بنیاد پر کی ہے یا اپنی ذاتی رائے سے کی ہے؟ اگر آپ نے یہ تجویز کسی قانون کی بناء پر کی ہے تو اس کو ظاہر کیا جانا چاہیئے اور اگر ذاتی رائے سے کی

ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ آپ دین الٰہی میں اپنی رائے کو دخل دیں اور اگر آپ نے یہ تجویز خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُہَا کے دائرہ کو وسعت دے کر اس سے استنباط کی ہے تو پھر ہمیں منتظر رہنا چاہیے کہ آپ ایک دن توحید خالص کو افراط اور شرک ہنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں کی تثلیث خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُہَا قرار دیں گے۔

اے اللہ کے بندو! تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو۔ اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو۔ اور تم کو خدا کے قوانین کما حقہٗ تسلیم نہیں تو صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا کے دین کو ظلم اور جبر اور خلاف مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

پردہ سے شریعت کا مقصود عفت ہے۔ پس جو طریق ایسا اختیار کیا جائے۔ جس میں عفت پر برا اثر پڑے وہ شرعاً ناجائز ہے۔ خواہ عورتیں کھلے منہ پھریں یا برقع اوڑھ کر۔ کیونکہ جب کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی اور ان سے بے تکلف باتیں کرے گی۔ تو اول تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو کہ خوب صورت ہے یا بدصورت، جوان ہے یا بڑھی وغیرہ، خود لفظ سے اور انداز گفتگو سے جانچ لیں گے اور اگر بالفرض نہ بھانپ سکیں۔ تو وہ ان باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس سے عفت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ دوسرے خود عورتیں برقع کی جالی سے مردوں کو دیکھیں گی اور چونکہ عورتوں میں بھی فطرۃً جذبات شہوانی ہوتے ہیں اس لئے جو مرد انہیں پسند ہو گا۔ اس کے پھانسنے کی وہ خود کوشش کریں گی اور جب وہ عورتیں خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کیا کام دے سکتا ہے۔ اس لئے برقع کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلط ملط کی اجازت دینا ضرور شرعی مقصد کے خلاف ہے اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شارع نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے۔ یونہی اس نے عورتوں کو بھی غیر مردوں کے دیکھنے سے روکا ہے۔

امہات المؤمنین اور صحابیات کا پردہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ان کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی بیویوں اور رشتہ دار عورتوں کو اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہوں اور ان کو مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور دوست آشناؤں سے ملاقاتیں کراتے ہوں۔ پس اگر شرعی پردہ وہ ہوتا، جس کو آج خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے اور آزاد خیالوں کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے۔

دیکھو جس جہاد سے واپسی میں واقعہ افک پیش آیا ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں مگر آزاد نہیں۔ بلکہ آج کل کی باپردہ عورتوں کی طرح محمل (کجاوہ) میں تھیں۔ اسی طرح جنگ جمل میں بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمل میں تھیں۔ اگر اس زمانہ میں آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی تو محمل کی کیا ضرورت ہوتی اور اس زمانہ میں شہروں میں اور جنگلوں میں اور مجمعوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بتائی جا رہی ہے۔ وہ وہ ہے جس سے نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واقف تھے۔ نہ صحابہ کرام، نہ تابعین، نہ تبع تابعین اور نہ محققین علماء و فضلاء۔ پھر علماء اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ کیونکر دے سکتے ہیں۔

ارتکاب گناہ سے اباحت گناہ بدتر ہے

مسلمانوں سے جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں، شراب بھی پیتے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں۔ سو اگر تم کو بھی شوق جرائم ہے تو تم جانو مگر خدا کے لئے قانون الٰہی کو تو نہ بدلو۔ اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کرو بلکہ جرم کو جرم سمجھو۔ اپنے کو گنہگار جانو اور دوسروں کو بے دینی کی دعوت نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم مسلمان رہ سکتے ہو اور قانون الٰہی کی تحریف کر کے جرائم کو قانون خداوندی میں داخل کر کے تم مسلمان نہیں رہ سکتے کہ یہ ایک جرم عظیم ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بے شک ایک جرم ہے، گناہ ہے، معصیت ہے۔ سو اگر بعض لوگوں سے یہ معصیت بتقاضائے نفس و

شیطان سرزد ہو رہی ہے تو ہوا کرے۔ دوسرے معاصی کی طرح یہ بھی ایک معصیت ہے۔ لیکن اس معصیت کو حدود شرعیہ میں لانے کی کوشش کرنا۔ آیات و احادیث کی آڑ لے کر اس کو جواز و اباحت کا لباس پہنانا نہایت ناپاک حرکت ہے اور دین الٰہی کے ساتھ استہزا ہے۔ جو اصل معصیت کے ارتکاب سے بھی کہیں بڑھ کر قابل مواخذہ ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

نام نہاد تہذیب اور معکوس والی ترقی

افسوس ! کہ نئی روشنی والوں نے جو درحقیقت منبع ظلمات ہے روحانیت سے بے گانگی اور مادیت کی دلدادگی کا نام ترقی رکھ لیا ہے اور ہر ایک بے حیائی، الحاد و دہریت، اتباع طرز مغرب کو تہذیب سمجھ رکھا ہے۔ جو درحقیقت تعذیب (عذاب دنیا) ہے اور ہر قسم کی آوارگی و خودسری کو آزادی کا لقب دے رکھا ہے جو دراصل نفس و شیطان کی غلامی ہے۔ جو شخص اس طوفان بے تمیزی کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ "اس کو ترقی کا مانع سمجھ کر ناداں، بیوقوف، اولڈ فیشن اور تنگ خیال وغیرہ الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ بے پردگی کے برے نتائج آئے دن پڑھتے اور سنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان یورپ کا نمونہ بن جائے۔

پردہ کو غلامی و تسفل (گراوٹ) کی سب سے نمایاں علامت بتایا جاتا ہے تعلیم اور اعلیٰ قابلیت سے عاری رہنا بھی پردے ہی کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ غلامی کی اصلی وجہ بے پردگی، بے حیائی اور موجودہ انگریزی تعلیم ہے۔ کیونکہ بے پردگی کی وجہ سے لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس ابتلاء نے حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا ہے۔ اس لئے کہ جب لوگ عیش پرستی میں محو ہوتے ہیں تو انھیں آزادی کا خیال بھی نہیں آتا۔ اسی واسطے حکومت نے فسق و فجور کے جملہ ذرائع کی عام طور پر اجازت دے رکھی ہے۔ شراب، افیون اور چرس وغیرہ مخربات اخلاق و اجسام کے ہندوستان، پاک و ہند، میں بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ بھنگی، چرسی تو دبے کار اور دوسروں کے لئے مصیبت بنے ہوتے ہیں۔ زنا بالجبر کی جو سزا ہے۔ اس سے زنا کا سدباب نہیں ہوتا اور زنا بالرضا کو تو جرم

شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بدکاری دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کیا آپ ایسی ہی ہوا میں عورتوں کو کھلے منہ باہر نکلنے، سکولوں اور کالجوں میں جانے اور باغوں پارکوں ٹھنڈی سڑکوں اور بازاروں کی سیر کی اجازت دے رہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ہے

مسلمانو نہیں ہے بے سبب دنیا کو حیرانی　　کہ اپنی آبرو پر پھیر رہا ہے آج کل پانی

ترقی کی خواہش ہر　زندہ قوم اور ذی حیات فرد کے دل میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیے اپنی حالت کو موجودہ سے بہتر بنانے کا ولولہ اگر دل میں نہ ہو۔ تو برکاتِ زندگی سے اس دل کو محروم کہنا صحیح ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں ترقی ترقی کا غل مچا رہی ہیں اور ہر ایک نے اپنی رسائی فکر سے ایک منزل قرار دی ہے۔ جس کی طرف وہ سب دوڑ رہے ہیں۔ ادنیٰ طبقہ سے اعلیٰ درجہ کے انسانوں تک ہر قوم کے افراد ترقی کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ترقی کی صدا دنیا کی کسی دوسری قوم سے پست نہیں ہے بلکہ شور و شغب تو یہاں بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ بہت سے بے کار لوگ جن کے پاس کوئی معقول ذریعہ معاش نہیں ہے یا جس کام کو کرتے ہیں۔ وہ بدقسمتی سے چلتا نہیں۔ اور ہیں خوش خوراک اور خوش پوشاک فیشن ایبل جنٹلمین۔ وہ مجبور ہو کر مہذب گداگری، لیڈری کے پلیٹ فارم پر جلوہ آرا ہو جاتے ہیں۔ اور دھواں دھار تقریریں کر کے سامعین کو جذبۂ ترقی کے بادۂ ناب سے مخمور بنا دیتے ہیں کوئی چندہ کھول لیا جاتا ہے اور قوم کو اس کی فراہمی میں مصروف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص ان کے پیش کردہ مقصد کو سمجھنا بھی چاہے تو اس کو بے سروپا الزاموں سے ملعون بنا کر نفرت و لعنت کے نعروں سے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے بہت سے آبرو دار نیک دل تہمتوں اور گالیوں کے خوف سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ لیڈر صاحب کی ترقی تو ہو گئی۔ ان کا کام تو بن گیا اور چونکہ وہ بھی قوم کے ایک فرد ہیں اس لئے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سعی قوم کی ترقی کے لئے نافع ثابت ہوئی۔ ایسے لیڈروں کے سوا اور بھی بہت　لیڈر ہیں جو ہمیشہ ہی ترقی کا رونا رویا کرتے ہیں۔ اور یہ رونا روتے ہوئے ان لیڈروں کو پچاس سال سے زیادہ گزر چکے۔ لیکن اس شور و شغب کا کیا ثمرہ ہوا۔ اس بات کو یہ قومی لیڈر ہی کچھ اچھی طرح سے سمجھتے ہوں گے۔

ترقی کی آواز جس وقت ہندوستان (پاک و ہند) میں ترقی کی آواز اٹھائی گئی تھی۔ یعنی آج سے پچاس سال قبل؛ اس وقت مسلمانوں کی قوت، شوکت، اثر، اعتبار، تمول، دینداری، نیک چلنی باہمی محبت و ہمدردی کا کیا حال تھا۔ زمین ہند کے کتنے وسیع رقبے ان کے ملک و تصرف میں تھے۔ ہر شہر، قصبے اور گاؤں میں سربفلک اور فراخ عمارتیں ان کے اقتدار کی شہادتیں دے رہی تھیں۔ دشمن مقابلہ کی ہمتیں نہ رکھتے تھے۔ اور ہندوستان کی قومیں ان کے رعب سے کانپتی تھیں۔ مسافر نوازی، غربا پروری، ناداروں کی دستگیری، ہمسایوں کی اعانت مسلمانوں کا عام شیوہ تھا۔ صدق و دیانت اور حق و انصاف کے لئے مسلمان ضرب المثل تھے۔ امراء رؤساء پابند شرع تھے۔ جن لوگوں کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے، انہوں نے اپنی آنکھوں سے منظر دیکھے ہیں۔ مگر جب سے اس تمام نہاد ترقی کا دور دورہ شروع ہوتا ہے اور ہندوستان (پاک و ہند) کا گوشہ گوشہ ترقی کے غلغلوں سے گونج اٹھتا ہے۔ ترقی مآب لیڈروں کی مساعی کا جال ہندوستان بھر میں پھیلتا ہے۔ اس وقت سے مسلمان روز بروز تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی جائیدادیں ان کے قبضہ سے نکل کر سالانہ اغیار کے پاس پہنچتی رہتی ہیں۔ ان کے ذرائع معاش دم بدم کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا اثر و اقتدار دنیا سے اٹھتا جاتا ہے۔ ان کی نیک صفات ان سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ ہمدردی و اخوت کی جگہ ان میں حسد و عداوت اور بغض و نفاق کے شرارے بلند ہوتے ہیں اور اس جدید عہدِ ترقی میں جیسیوں نئے مذہب اور جدید فرقے پیدا ہو کر مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیتے ہیں دین داری کا یہ حال رہ جاتا ہے کہ مدعیان سیادت یعنی لیڈران نماز، روزے اور اسلامی شکل و صورت سے اجنبی اور نابلد ہو جاتے ہیں۔ پنجاہ سالہ ترقی کی صداؤں اور گرماگرم کوششوں کا یہ انجام ہے۔ اب خواہ اس ترقی پر ناز کیجئے یا اس کو امیدوں کا قبلہ گاہ سمجھئے مگر نتیجہ اس کا یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

انسان سے غلطی ہونا کچھ عجب نہیں۔ دانا و فرزانہ انسان بسا اوقات خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ ان کی کوششوں کے نتائج برعکس نکلے اور ان کی سعی بہبود سے بجائے نفع کے نقصان ظاہر ہوا تو وہ اپنے عمل کو روک دیتے ہیں اور

اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور حصولِ مقصد کے لئے دوسرا طریقۂ عمل اختیار کرتے ہیں
مگر رنج اس بات کا ہے کہ ہمارے حامیانِ ترقی اور فدائیانِ افرنجیت پچاس برس غلطی برہ
کر بھی بیدار نہ ہوئے۔ قوم تباہ ہو گئی اور ان کی آنکھ نہ کھلی۔ مسلمان مٹ گئے اور انہیں ہوش
نہیں آیا۔ دولتیں غیروں کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں اب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہ ہوا۔ مغضوب
مغلوب قومیں غالب ہو کر چیرہ دستیاں کرنے لگیں اور انہوں نے ظلم وستم کا طوفان بپا کر ڈالا
مگر ہمارے لیڈروں کی خودرائی میں ذرا فرق نہ آیا۔ انہیں اپنی غلط روی کا احساس نہ ہوا۔ انہوں
نے اپنی روش نہ چھوڑی اور ایک لمحہ کے لئے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ان کی کوششوں سے ان
کے طرزِ عمل سے، ان کی مزعوم (خیالی) ترقی سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا بلکہ ان
کی حالت روز بروز بدتر ہوتی چلی گئی اور جب تک یہ لیڈر دین سے اجنبی اور مذہب سے
ناآشنا رہیں گے۔ اس وقت تک کامیابی کی صورت نظر نہیں آسکتی۔ ہر قوم اپنی خصوصیات و
امتیازات کی حمایت و حفاظت میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیتی ہے اور اس میں اس کی
بقا و ترقی کا راز مضمر ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے وہ اپنی راہ و رسم پر کس مضبوطی سے قائم ہیں انگریزی
تعلیم اور یورپ و امریکہ کی سیریں ان کے سروں سے چوٹی کا ایک بال بھی دور نہ کر سکیں ہندوؤں
کی چوٹی کو نہ کٹی۔ مگر مسلمانوں کی ڈاڑھی اس جدید ترقی کے استرے سے مُنڈ گئی۔ ہندوؤں کے دماغ
سے گاؤ پرستی کا خیال تک نہ مٹ سکا۔ مگر ہمارے جنٹلمین اپنے فرائض چھوڑ بیٹھے ہندوؤں
نے جس قدر اپنے رسم و آئین کی حفاظت کی ہمارے لیڈر اتنا ہی دین کی مخالفت میں سرگرم
رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو بڑھتے گئے۔ انہیں کامیابی ہوتی گئی۔ انہوں نے اردو کی جگہ مری
ہوئی ہندی کو رائج کر لیا اور ہمارے لیڈر اپنا ہی گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردہ کی
مخالفت پر اصرار ہے۔ کبھی سود کے جواز پر بحث و تکرار ہے۔ علماء کی توہین اور علومِ اسلامیہ
کے رواج کا بند کر دینا تو لیڈروں کا مقصدِ اعظم ہے۔ عمریں علماء پر تبرا کرتے گزر گئیں۔ اور
روزانہ اخباروں میں برسوں تک اس مبارک اور پاک گروہ کو کوسا ہے۔ یہ ان حضرات کے
اصولِ ترقی ہیں۔ آج کل جبریہ تعلیم کے مدارس جابجا کھل رہے ہیں۔ ان کی دینی تعلیم حتّٰی کہ
قرآن پاک کی تعلیم بھی لازمی قرار نہیں دی گئی مگر جنٹلمین حضرات جو مسلمانوں کی نیابت کے

مدعی تو بن بیٹھتے ہیں. اور مسلمانوں سے ووٹ حاصل کرنے میں بہت سرگرمی دکھایا کرتے ہیں وہ سب خاموش ہیں ان کے دل میں درد نہیں اٹھتا. کہ وہ قرآن پاک کی تعلیم لازمی کئے جانے کے لئے اپنی قوتیں صرف کریں. نہ اس کے لئے جلسے ہوتے ہیں نہ ریزولیوشن پاس کئے جاتے ہیں. نہ ایڈیٹران اخبار اس پر کوئی آواز بلند کرتے ہیں. ترقی کے دلدادوں کے لئے یہ مسئلہ قابل التفات ہی نہیں ہے. ریلوے نے اپنے جدید سٹاف کی وردی میں بعض علاقوں میں ہیٹ (پیچھے دار ٹوپی) رکھی ہے. صدہا مسلمان جو اس محکمہ میں ملازم ہیں وہ ٹوپی اوڑھے ہوئے ہیں. نہ اس پر کوئی احتجاج کیا گیا نہ ریلوے بورڈ سے استدعا کی گئی کہ وہ مسلمانوں کو اس ٹوپی سے مستثنیٰ کرے. یہ ٹوپی مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے[1]. نہ اس پر کوئی جلسہ کیا گیا. نہ کسی اخبار نویس نے کوئی توجہ کی. نہ حامیان ترقی کو اس پر کوئی آواز اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی. کسی نے نہ سوچا کہ ہماری وضع میں تغیر کی ابتدا ہو رہی ہے اور آج ایک محکمہ ہیٹ رائج کرتا ہے تو دوسرے محکمے بھی یہی راہ چلیں گے. مگر لیڈروں کو کیا وہ تو خود انگریزی وضع کے شیدائی ہیں اور نوجوانوں کو رغبت دیتے ہیں. سکھ اپنی دستار کی حفاظت کر سکتے ہیں مگر مسلمان نہیں کر سکتے. حامیان ترقی مزعوم (خیالی ترقی) تو شاید اپنے خیال میں اس کو عین ترقی سمجھتے ہوں گے. ان کے خیال میں تو خواہ کھانے کی روٹی نہ ہو. رہنے کو گھر نہ ہو فیشن ہو. تو بس ترقی کی انتہائے معراج کو پہنچ گئے مگر حقیقت شناس جانتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں بربادی ہے. ترقی یہی ہے کہ ہماری حالت پہلے سے بہتر ہو اور اس میں سب سے اول مرتبہ اپنے ذاتی و صفاتی افعال کا ہے. مسلمان پاکیزہ صفات سے متصف ہوں. ان کے افعال بہتر اور عمدہ ہوں. شریعت کی زندگی اختیار کریں اسلامی شان اور اسلامی صورت اور اسلامی انداز ان سے ظاہر ہوں تو یہ اصلی ترقی ہے اور جس دن مسلمان ایسے ہو جائیں پھر دنیا انہیں پامال نہیں کر سکتی. حسن خلق. حسن صفات. حسن افعال وہ ملک نہیں جو تسخیر (ماتحت) کیا جا سکے. انجام کار یہ قوت تمام طاقتوں پر غالب

---

[1] اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کو پہنے ہوئے آدمی نماز ادا نہیں کر سکتا کیونکہ پیشانی کا زمین پر لگنا سجدہ میں ضروری ہے اور ہیٹ پہن کر پیشانی زمین پر نہیں لگ سکتی۔ ۱۲

(ناشر)

آتی ہے اور ہر فوج کو حسنِ صفات کے لشکر کے مقابل ہتھیار رکھ دینے ناگزیر ہوتے ہیں مسلمان اگر واقعی ترقی کے خواہاں ہیں تو مسجدیں آباد کریں۔ دیانت و امانت صدق و راستبازی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ زیر دستوں اور ضعیفوں کی ہمدردی اپنی راحت سمجھیں دینداروں سے محبت کریں اور جنہیں دین داری سے نفرت ہے انہیں اپنے اخلاقی دباؤ سے درست کریں۔ ووٹ دینے کا وقت آئے تو یہ دیکھیں کہ جس کو اپنا نمائندہ بناتے ہیں وہ شریعت کا کتنا پابند ہے۔ اس کو مسجد کی حاضری تو اپنی تو معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایسے اجنبی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو وہ مسلمانوں کی دینی زندگی کی کیا پروا کرے گا۔ ترقی کا پہلو دنیوی ہے حامیان ترقی جو پلیٹ فارموں پر بڑا زور و شور مچایا کرتے ہیں۔ ایک فہرست تو بتائیں کہ انہوں نے اپنے پنجاہ سالہ عہد میں مسلمانوں کو کتنا دنیوی فائدہ پہنچایا۔ مہربانی کر کے سکولوں کالجوں لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندے مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کرائیں بلکہ یہ بتائیں کہ کتنے اجڑے ہوئے گھر آباد ہو گئے۔ کتنی ضائع شدہ جائیدادیں واپس آ گئیں۔ آج سے پچاس سال قبل جو مسلمانوں کی مالی حالت تھی۔ اس عہد ترقی میں ان کی دولت کتنی زیادہ ہو گئی۔ غریب مسلمانوں کی امداد کے لئے آپ نے کیا کیا۔ صدہا نو تعلیم یافتہ نوجوان ٹکریں مارتے پھرتے ہیں اور مدعیان ترقی میں سے کوئی انہیں سہارا دینے والا نہیں ہے۔ مسلمانو! ہشیار ہو جاؤ اور ان لفظی ترقی کی پکار کرنے والوں پر اعتبار نہ کرو۔ جن کے نزدیک ترقی کا معیار یہی ہے۔ کہ سر پر انگریزی ٹوپی رکھ لیں، جانگیہ پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں، انہیں برہنہ پھرائیں اور اپنی مرضی سے انہیں موقع دیں کہ وہ غیروں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں۔ اس حیا سوز ترقی پر لعنت بھیجو۔ اسلامی آئین و وضع کو اختیار کرو جو اس وضع کے خلاف نظر آتے۔ اس کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارا یہ دستور العمل رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ بگڑے ہوئے سنبھل جائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے دین کی حمایت و حفاظت کو ترقی سمجھیں اور یہی ان کا نصب العین اور مطمح نظر ہو۔ آمین۔

پردے کی برکات جو عورت اپنی سلیقہ شعاری اور حسن خانہ داری سے میاں کی مرغوب طبع اور منظور نظر ہے۔ اس کا گھر اس کا تخت گاہ ہے اور اس کا قلمرو

مرقمرِ خانہ کے نظم و نسق کے لئے منتظم ہے۔ وہ گھر سے باہر نکلنے اور ادھر ادھر پھرنے کا وقت ہی نہیں پاتی۔ گھر اس کی عملداری ہے۔ اس کا حصار عافیت ہے۔ اس کا مقام امن ہے وہ یہاں نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے حاضر رہنے پر مجبور ہے۔ بلکہ بیرونی شر و رد آفات سے بچنے کے لئے بھی اس کا گھر میں رہنا لازم ہے۔ اس لئے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور ان کے لئے بڑے افتخار کا باعث ہے۔ جس قدر وہ ستر و پردہ کی پابندی میں کامل ہوں اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں۔ جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے اور کئی پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ اسی طرح سے پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جاتی۔ انہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے اس کو پردے میں رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو عورتوں پر کسی طرح اعتبار نہ کیا جاتا۔ بلکہ انہیں گھر میں داخل کر کے باہر قفل لگا دیا جاتا اور قفل بھی سر بمہر کر دیا جاتا۔ یہ خیال کرنا بھی بے جا ہے جیسا بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید میں ڈالنے کی مثل ہے ان پر بڑی تنگی کی جاتی ہے۔ جس سے ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے۔ حالانکہ شریف عورتیں بالطبع پردے کو پسند کرتی ہیں۔ بچپن سے ان پر حیا و شرم اس قدر غالب ہوتی ہے کہ پردہ مرغوب طبع اور بے پردگی بار خاطر ہوتی ہے۔ گویا پردہ ان کی فطرت میں داخل ہے۔ انہیں یہاں تک پردہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اس سے انس و محبت کرنے لگتی ہیں اور اسے ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہیں جیسا اور اپنی طبعی عادات کو۔ حتی کہ جو عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دلانے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ انہیں بے شرم اور بے باک قرار دیتی ہیں۔

علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسے خوشی سے قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عطا اور ثواب کی امیدوار بن جاتی ہیں۔ پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو تب ہوتا کہ وہ اسے اپنی خوشی سے اختیار نہ کرتی۔ غرض شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

حق تو یہ ہے کہ تمام ادیان و شرائع کی نسبت شریعت محمدیہ میں عورت کی بڑی عزت ہے۔ اس لئے اس نے عورت کی کمال حفاظت کی ہے۔ بدکاروں اور بدمعاشوں کی نظروں سے خوب بچایا ہے۔ علاوہ ازیں بمصداق اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ بعض عورتوں کا شر نفس سے مغلوب ہونا بھی ممکن ہے۔ ایسی صورت میں پردہ ان کے لئے شر در مفاسد سے پورا پورا بچاؤ ہے اور پردے میں عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہو سکتا ہے۔ اس کے خاوند کو اپنی نسل کے متعلق پورا اطمینان رہے گا۔ بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے ملتی جلتی ہو۔ تو شکوک و شبہات کا پورا امکان ہے۔

اگر تعصب اور نفس پرستی کو چھوڑ کر عقل سلیم سے کام لیا جائے تو بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ عورت کے لئے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے۔ زن و شوہر دونوں کا اس میں سراسر فائدہ ہے۔

دوسرا حصہ شرعی بحث

باب اوّل

ملکہ ثریا کے ایک بیان کا جواب

یورپ کی شرمناک تہذیب اور حیا سوز آزادی کے شیدا ہو ساتھ ہی مسلمان کہلانا اور مسلمانوں کی طعن و تشنیع سے بچنا بھی چاہتے ہیں۔ اپنے دعویٰ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ آیات و احادیث کے مطالب و معانی کی نہایت دیدہ دلیری سے کتر بیونت کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں چونکہ ان ظاہر المعانی احکام کی تعیین کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے لہذا ان مباحث میں ان کا تکلف و تصنع نہایت مضحکہ خیز ہوتا ہے۔ ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب وہ لوگ واقع ہوتے ہیں، جو ان مباحث کی کشمکش اور لوگوں کی تضحیک و تحمیق (مذاق اڑانا اور بیوقوف بنانا) سے پیچھا چھڑا سکنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ احکام شرع میں پردہ ثابت نہیں ہوتا۔ موجودہ پردہ بالکل مابعد کی ایجاد ہے۔ چلو قصہ ہی تمام ہوا۔

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے متعلق شریعت کے احکام کی تفصیلات بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین پردہ کے ان اقاویل باطلہ کا نمونہ بھی ناظرین کو دکھلا دیں۔ جن میں وہ اپنی مطلب برآری کے لئے احکام شرع کی تحریف و تصحیف (تبدیل کرنا اور مٹانا) کیا کرتے ہیں اور اس قسم کے مضامین میں سے ہمارے نزدیک ملکہ افغانستان ثریا بیگم کا وہ بیان بیان نقل کردینا زیادہ پرلطف ہوگا۔ جو اپنے مدلل و مسکت جواب سمیت رسالہ اصلاح باغبانپورہ میں ہمارے مکرم دوست مولانا مرزا محمد نذیر عرشی کے قلم سے شائع ہو چکا ہے یہ بھی واضح رہے کہ یہ مضمون اس وقت لکھا گیا تھا جب غازی امان اللہ خاں تخت کابل پر

برسر اقتدار اور رفع حجاب آزادی نسواں اور منع تعدد ازدواج وغیرہ اصلاحات کے لئے پورے زور کے ساتھ ساعی تھے۔ قبائل کی بغاوت کا ابھی کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ایسے حالات میں واقعات موجودہ سے جن نتائج ممکنہ کی پیش گوئی اس مضمون میں کی گئی ہے اور وہ جس طرح من و عن پوری ہوتی وہ بھی قابل توجہ ہے دیکھئے۔

یہ حقیقت عالم آشکارا ہو چکی ہے کہ تخت کابل کے جوان بخت شہریار نے یورپین طرز زندگی کے دلدادہ ہو کر قدیمی اسلامی شعار کو خیرباد کہہ دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اور ان بعض متعلق المذہب مراسم و آداب کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کا عزم مصمم کر لیا ہے جن کو یورپ کی تقلید میں حاصل ہونے والی مادی ترقیات کے لئے حارج سمجھا گیا ہے۔ ترکان انگورہ بھی اس ذہنیت میں ان کے ہم عنان بلکہ ان سے دو دو قدم آگے ہیں۔ مگر کابل اور انگورہ کی حیثیتوں میں اس قدر فرق ہے کہ موخر الذکر جماعت میں صدیوں تک یورپ کی ہمسایگی میں رہنے کے باعث مذہب کی طرف سے خاص آزادی و مطلق العنانی سرایت کر چکی ہے اور اگر وہاں کچھ مذہبی تاثرات کے آثار باقیہ پائے جاتے ہیں۔ تو وہ برائے نام ہیں۔ جن کو معتل و معدوم (کمزور اور ختم) کرنے کے لئے تھوڑی سی قوت کا مظاہرہ کافی ہے۔ بخلاف اس کے افغانستان آج تک مذہبی استقامت کا گہوارہ رہا ہے۔ وہاں کھلم کھلا اسلامی شعار و آداب کی مخالفت کرنا ایک عظیم الشان مذہبی طاقت کو مقابلہ کے لئے چیلنج دینا ہے۔ جو بڑی سے بڑی حربی قوت کے آگے بھی سر تسلیم خم کرنے والی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگورہ آج کل یورپ کی تقلید میں جو کچھ کر رہا ہے وہ علانیہ بلا لحاظ مذہب اور بلا خوف مخالفت کر رہا ہے مگر کابل جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کو مذہبی تاویل کا رنگ دینے پر مجبور ہے۔

الغرض، دنوں علیا حضرت ملکۂ افغانستان ثریا خانم نے پردے کے خلاف کسی نمائندہ اخبار کے سامنے بعض خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ جن کو مذکورہ فرق حیثیت کے ماتحت محض بہ تکلف مذہبی روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ مخالفین پردہ جو بزعم خود اسکو دنیوی ترقیات کا مانع سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی دنیوی مقاصد کو دینی مصالح پر ترجیح بھی دینا چاہتے ہیں تقاضائے صداقت تو یہ ہے کہ انہیں برملا کہہ دینا چاہیئے کہ جو مذہبی رسوم ہمیں دنیوی و مادی ترقی

سے روکتی ہے۔ اگرچہ دین اسلام اس کی کتنی ہی تائید کیوں نہ کر رہا ہو۔ اس کو ہم ہرگز اختیار نہیں کر سکتے مگر ملک ممدوح اس طرح صاف گوئی سے اپنا اصلی مافی الضمیر ظاہر نہیں فرماتیں بلکہ جو ارشاد ہے وہ اس انداز میں ہے گویا آپ کو ہر طرح اسلام کا پاس مدنظر ہے۔ چنانچہ فرماتی ہیں :-

"موجودہ پردے کا آغاز اسلام میں خلیفہ عباس کے عہد میں ایرانی رواج کے زیر اثر ہوا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں نے کبھی پردہ نہیں کیا اور ان کی عورتیں مدارس میں جلسہ ہائے عام میں اور تقریروں وغیرہ میں شامل ہوتی تھیں"

اس فقرہ سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا پردے کے مخالفین اسلام کے اس قدر شیدا اور احکام اسلام کے اس قدر پابند ہیں کہ وہ کسی غیر اسلامی رواج کو اختیار کرنا گوارا نہیں کر سکتے وہ پردہ کے مخالف اس لئے ہیں کہ یہ ایک غیر اسلامی رسم ہے جو قرون اولیٰ کے بعد بطور بدعت جاری ہوئی اور سابقین اوّلین میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ طرز استدلال جس قدر بودا اور پادر ہوا ہے۔ اسی قدر اس میں احکام اسلام کی کھلی ہوئی توہین اور آئمہ دین کے ساتھ صاف استہزا بھی ہے۔

موجودہ پردہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ عورتوں کو گھروں میں اقامت پذیر رہنے اور بلا ضرورت شدیدہ کے گھر سے باہر نہ نکلنے کا حکم ہے اور اس بات کی پابند رہنا ان کا فرض ہے کہ سینما، تھیٹر وغیرہ تماشے دیکھنے نہ جائیں۔ بازاروں، منڈلیوں میں نہ جائیں۔ گلی کوچوں میں کھلے بندوں نہ پھریں۔ نامحرم مردوں کے سامنے پراگندہ نقاب و نقاب اٹھائے نہ آئیں۔ ان پر اپنی زیب و زینت ظاہر نہ ہونے دیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس قسم کا پردہ تعلیمات اسلام پر مبنی نہیں اور محض ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوا ہے تو پھر اس آیت کریمہ کے معنی کیا ہوں گے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

(سورۃ احزاب رکوع ۴)

یعنی اے بیبیو! گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے سے بناؤ سنگار نہ بناتی پھرو۔

نیز اس آیت قرآنیہ کا کیا مطلب ہوگا۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ (یعنی) اور عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر جو اس میں سے بامر مجبوری ظاہر ہوتا رہتا ہے (معاف ہے) اور اپنے سینوں پر دوپٹوں سے بُکل مارے رہیں۔ مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر۔ الخ (پ۱۸ رکوع۱۰)

اگر قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اور وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ کا رواج جو آج کل مسلمانوں میں جاری ہے اسلامی تعلیمات کا اثر نہیں۔ بلکہ کسی ایرانی فرمانروا کی ایجاد ہے۔ تو کیا عورتوں کا کھلے سینوں اور برہنہ پنڈلیوں کے ساتھ برافگندہ نقاب اغیار و اجانب (بے نقاب غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے آنا اور ان کھیل تماشوں میں آزادانہ شامل ہونا جہاں نامحرم ایکٹر اور حیا باختہ عشق و حسن کے شانیت سوز ایکٹ دکھا دکھا کر ناظرین و ناظرات کو مسحور و مفتون بفتنے میں مبتلا کرتے ہیں۔ کسی ایسی پیغمبری تعلیم میں داخل ہے۔ جو آج تک تمام آئمہ دین کی دسترس علمی سے تو باہر رہی۔ مگر صرف اس زمانے کے یورپ پرست اشخاص کے دلوں پر القا ہو گئی۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اگر عورتوں کا ستر و حجاب اور ان کی خانہ نشینی ایک عجمی رواج ہے۔ جو اسلام میں زبردستی داخل کر دیا گیا تو پھر اس صحیح حدیث کا مطلب کیا ہوگا: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مُخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا (ابوداؤد) یعنی عورت کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا تہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اگر عورت کی خانہ نشینی ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوئی ہے اور وہ احکام اسلام کی رو سے باہر آنے جانے میں قطعی آزاد ہے تو پھر اس فرمان نبوی کی کیا تاویل کی جائے گی کہ اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ (ترمذی)

یعنی عورت تو سراپا ستر عورت یعنی قابل ستر و حجاب ہے۔ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ پردہ کلیۃً اسلامی اصول پر مبنی اور اسلامی تعلیمات کے زیر اثر ہے۔ اس کو غیر اسلامی کہنا محض ابتداع ہوا اور اسلام پاک کی تحریف اور اس کے ساتھ کمال بے وفائی ہے۔ جس کی تہ میں اپنے دین و مذہب کی تخریب کے بعد افرنجی معاشرت کی تعمیر کا لائحہ عمل کارفرما ہے۔

اگر ہسپانیہ کی مسلمان عورتوں کا پردہ نہ کرنا صحیح ہے تو کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل اسلام کے کسی مسلمہ اصول پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کا طرز عمل جو قرون اولیٰ سے صدیوں بعد گذرے ہیں اور جن کے رسم و رواج پر یورپ کا قرب و جوار اثر انداز ہو چکا تھا۔ پھر ارشاد ہے،

> "اگر پردہ اسلامی فریضہ میں داخل ہوتا تو ایک مسلمان کو پردہ نہ کرنے پر شریعت اسلامیہ کی طرف سے ویسی ہی سزا دی جاتی جیسی کہ دیگر مکروہ افعال کے لئے دی جاتی ہے۔ ابھی تک یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی ہے کہ وہ بے پردہ ہو گئی تھی۔"

حیرت کی بات ہے کہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ وغیرہ وغیرہ کھلے کھلے احکام خداوندی کی موجودگی میں پردہ کے اسلامی فریضہ ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے مذکورہ فلسفی استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہے یہ استدلال منطقی شکل میں یوں مرتب کیا جا سکتا ہے کہ،

بے پردگی پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں اور جس کام پر شرعی سزا نہ ہو وہ مباح ہے۔ پس بے پردگی مباح ہے۔

حالانکہ اس استدلال کا مقدمہ ثانیہ جس پر نتیجہ کا مدار ہے، غلط ہے یعنی یہ کلیہ صحیح نہیں کہ جس کام پر شرعی سزا مقرر نہ ہو وہ مباح ہوتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خدا کی رحمت سے ناامید ہونا، خدا کے غضب سے نڈر ہونا، کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا چغلی کھانا، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ قسم کے افعال گناہ ہیں یا نہیں۔ اگر گناہ

ہیں تو پھر بتایئے کہ ان پر کون سی شرعی سزا مقرر ہے۔ اگر آج تک سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی کہ وہ بے پردہ پھرتی ہے تو فرمایئے کسی چغل خور کی زبان بھی اس لئے کاٹی گئی کہ وہ لوگوں کی چغلیاں کرتا تھا سب جانتے ہیں کہ زنا کے لئے رجم اور جلد کی ہولناک سزائیں مقرر ہیں مگر کسی غیبت گو کو بھی پھانسی پر لٹکتے ہوئے دیکھا کہ جس کا گناہ بلفظ نبوی اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا غیبت زنا سے بھی سنگین ہے۔ شریعت میں خاص تمدنی و معاشرتی مصالح کی بنا پر جن جرائم پر سزائیں مقرر ہیں۔ ان کی تعداد سات آٹھ سے زیادہ نہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے افعال اور بھی ہیں جن پر عدالتی سزا تو مقرر نہیں مگر شرع کی زبان میں ان کو گناہ یا جرم کہا گیا ہے۔ کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ چونکہ ان افعال پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں لہٰذا وہ کام گناہ نہیں بلکہ مباح ہیں۔ پھر عورت کی بے پردگی کو جو قرن ہا قرن سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ عظام، علمائے کرام کے نزدیک ایک مستنکر و مکروہ کام اور خدا و رسول کی ناراضمندی کا باعث ہے۔ محض بایں دلیل مباح بنا لینا کہ اس پر عدالتی سزا مترتب نہیں ہوتی۔ کہاں کی دانشمندی ہے؟

جو لوگ بے پردگی کو اس لئے مباح سمجھتے ہیں کہ اس پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں۔ انہیں چاہیے کہ جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کے مباح ہونے کا بھی اعلان کردیں۔ کیونکہ ان جرائم پر بھی کوئی خاص سزا مقرر نہیں اگر وہ کہیں گے ان جرائم پر آخرت میں سزا ہوگی تو عورت کی بے پردگی پر بھی آخرت کی سزا سن لیجئے۔

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وَنِسَآءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَایَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَایَجِدْنَ رِیْحَهَا الخ یعنی اور (جہنم کے اندر) وہ عورتیں ہوں گی جو بظاہر پوشاک پہنے ہوئے ہیں (مگر ایسی باریک گویا بعض اعضا، سینہ، پنڈلی وغیرہ اس طرح برہنہ رکھ کر کہ) ننگی کی ننگی ہیں۔ لوگوں کو (سر عام چل پھر کر) اپنے اوپر مائل کرتی ہیں اور خود بھی ان پر جھکی پڑتی ہیں۔ ان کے سر نازسے اونٹوں کے ممدار کوہان کی طرح (جھکے ہوئے) ہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی، نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی۔

عجائبات نبوت میں سے ایک بات یہ ہے کہ اس حدیث کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرماتے ہیں صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا یعنی دوزخیوں میں دو ایسی جماعتیں ہوں گی۔ جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ یعنی وہ لوگ آپ کے عہد میں نہیں تھے۔ آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے تھے۔ جن میں ایک مذکورہ جماعت ہے۔ جس کے اوصاف یورپ کی عورتوں اور ان کی مقلدات (پیروی کرنے والیوں) پر صادق آتے ہیں جو سر، چہرہ، سینہ، کلائی پنڈلی وغیرہ اعضاء کو اغیار و اجانب (غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے برہنہ کرنا خلاف حیا نہیں۔ بلکہ داخل فیشن سمجھتی ہیں اور منظر عام پر اپنی خرام ناز سے چلتی ہوئی اہل نظارہ کے قلوب پر غارت گری کرتی ہیں اس سے آگے ارشاد ہے،

• اور نہ یہ پڑھنے سننے میں آیا کہ خلفائے راشدین یا کسی اور بزرگ کے زمانہ میں مبلغین کے ذریعے سے یہ کوشش کی گئی کہ وہ در بدر پھر کر اس امر کی تبلیغ کریں کہ ہر مسلمان عورت کے لیے پردہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ پردہ کرانے کے لئے کوئی باقاعدہ پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا "

بے شک جو اصحاب پردہ کے مخالف ہیں۔ یہ بات ان کے پڑھنے اور سننے میں نہیں آئی ہوگی کہ عہد نبوت یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں پردے کی ترویج کے لئے کبھی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان اصحاب نے کبھی کتب احادیث و سیرت کا مطالعہ نہیں فرمایا اور مطالعہ کیوں فرمائیں۔ جبکہ ان کے ساتھ دلچسپی ہی نہیں۔ جب ان کو کتب احادیث و سیرت کے ساتھ کوئی قلبی لگاؤ نہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے اقوال و اعمال کے متعلق کوئی بات ان کے پڑھنے اور سننے میں کیونکر آئے۔ لیجئے ہم عرض کرتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے اہل عرب کے اخلاقی خصائل شرم و حیا کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ رجال و نساء۔ ذکور و اناث کا آزادانہ اختلاط تھا۔ قرابت قریبہ کی کسی عورت سے تعشق کرنا اور بھر مجلس میں اس پر فخریہ شعر کہنا معیوب و مکروہ نہیں سمجھا جاتا تھا اسلام نے آتے ہی اخلاق عامہ کا پلٹ دی۔ ان وسائل و ذرائع کا استیصال کر دیا۔ جو

ناجائز اختلاطات کے لئے ممد ہوتے تھے۔ بازاروں کو شر الاماکن (سب جگہوں سے بری جگہ) قرار دیا۔ مردوں کے ساتھ تشبہ کرنے والی عورتوں کو مستوجب لعنت بتایا۔ گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا کہ شیطان ان کی تاک میں ہوتا ہے۔ ایک عورتوں کو حاجت ضروریہ کے لئے باہر جانے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہنے دی۔ اور گھروں میں بیت الخلاء تعمیر کر لئے۔ نامحرم مرد و عورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ قطعاً حرام قرار دیا۔ عورتوں مردوں سب کے غض بصر کا حکم دیا (نظر نیچی کرنے کا حکم دیا)۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور ام المومنین میمونہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے آئے اور آپ کے پاس پہنچے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں دیکھ سکتے؟ آپ نے فرمایا۔ تم تو نابینا نہیں ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں؟ اب فرمایئے اس سے بڑھ کر پردے کے لئے اور کسی تبلیغ کی ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو مبارک قول نکلتا تھا وہ فوراً نقل در نقل صدہا کانوں اور زبانوں کی منزلیں طے کرتا اقصائے ملک تک پہنچ جاتا تھا آپ نے عورت کے لئے غیر مرد پر نظر کرنا ناجائز قرار دیا۔ اور کافہ امت (ساری امت) نے یہ حکم سن لیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا پروپیگنڈا ہو گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ چند سال میں عام شر و مفاسد کا کافی سدباب ہو گیا تھا۔ غیر مردوں کا اختلاط یکسر نابود ہو چکا تھا۔ ہاں رات یا صبح کے اندھیرے میں عورتوں کو اجازت تھی کہ مسجدوں میں نماز پڑھنے چلی جائیں۔ لیکن آپ کی وفات سے تھوڑی مدت بعد جب زمانے کی ہوا کچھ بدلنے لگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ آج کل عورتوں نے جو رنگ ڈھنگ اختیار کیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے بھی منع فرما دیتے۔ اس سے عیاں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جن سے بڑھ کر نسوانی حیا و حجاب کے متعلق صائب الرائے نہیں ہو سکتا تھا۔ عورتوں کے پردے کی تدریجی اصلاح میں کس

قدر غور و تدبر رہتا تھا۔ کیا یہ پردے کی تبلیغ کی تجاویز ہیں یا کچھ اور؟

جب خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں عورتوں کے لئے اس قدر احتیاط کی ضرورت ہو گئی تھی اور پردہ بھی ان عورتوں کیلئے جو کسی تماشہ گاہ میں اور کسی لہو لعب کے لئے نہیں۔ بلکہ مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو چاہیے کہ اس چودھویں صدی میں عورتوں کا باہر نکلنا کس قدر خطرناک ہے جو سراسر شر و فساد کا زمانہ ہے اور پھر ایسی عورتوں کے لئے جو مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ سینما اور تھیٹر دیکھنے کے لئے اور ان کے ذریعے اپنے اوپر اخلاقی تباہی کا دروازہ کھولنے کے لئے بے تاب ہوں امید ہے کہ ان چند سطور سے ملفوظات اعلیٰحضرت اکبر کے کلمات پر کسی حد تک روشنی پڑ گئی ہوگی۔

باب دوم

پردے پر آبرو بیگم صاحبہ کی ایک بصیرت افروز تقریر

تاہم پانچوں انگلیاں یکساں نہیں۔ آج خواتین ملت میں اگر بعض وجود پردہ وغیرہ شعار اسلام کے درپے تخریب ہیں تو ان کے مقابلہ میں بعض مبارک و مسعود ہستیاں ان کی تردید اور شعار اسلام کی تائید میں اپنی قوت بیان اور زور قلم صرف کرنے میں بھی مصروف ہیں چنانچہ پچھلے دنوں مولانا ابوالکلام آزاد کی ہمشیرہ محترمہ آبرو بیگم صاحبہ سیکرٹری لیڈیز کلب بھوپال نے خواتین کے ایک جلسہ میں ایک مدلل و پر زور تقریر کی جس میں انہوں نے اس بلند آہنگی سے مخالفین پردہ کے دعاوی سخیفہ (بے ہودہ دعوٰں) اور دلائل رکیکہ (حقیر و ذلیل دلیلوں) کا تار و پود بکھیرا ہے کہ اس کو پڑھ کر روح ایمان تازہ ہو جاتی ہے۔ ناظرین و ناظرات (قارئین) کے استفادہ کے لئے اس تقریر کے بعض حصص یہاں نقل کئے جاتے ہیں آپ فرماتی ہیں:

پردے کی صرف ایک آیت مخالفین پردہ برآواز بلند اعلان کر رہے ہیں کہ قرآن حکیم میں صرف ایک آیت پردہ کے متعلق ہے جس کو ہمارے علمائے سلف نے اپنے مفہوم کی غلطی سے غریب صنف نازک پر سخت کر دیا۔ ورنہ اسلام نے عورتوں کو ویسی ہی متجاوز آزادی، بے پردگی، جنس ذکور سے اختلاط اور میل جول کا حکم دیا ہے جیسا کہ غیر قوم میں مستحسن ہے اور مغربی خواتین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش جاری ہے۔ اس لئے میرا یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ہمارے پردے کا ذکر ہے اور میری مسلمان بہنیں اور بھائی کسی طرح بھی کلام ربانی کو نظر انداز نہیں کر سکتے پردہ کی اسلامی حقیقت کیا ہے اور پردہ کے شرعی حدود واقعی کیا ہیں۔ تاکہ یہ نافہمی دور ہو جائے کہ قرآن حکیم میں صرف ایک آیت ہے حالانکہ متعدد آیتیں ہمارے لئے شمع ہدایت ہیں۔

پردہ قرآنی قانون ہے

پردہ یا حجاب ایک قرآنی قانون ہے جو امت اسلامیہ کے طبقۂ نسواں کو حق تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے اس لئے سپرد کیا گیا ہے کہ اس قانون کے ذریعے سے وہ اپنی قدرتی عزت اور وقار کی واقعی قدر و قیمت اور ان کی اعلیٰ خصوصیات و کمالات اور قیمتی جذبات و سعادت کی حفاظت و تعظیم کر سکیں جو بطور پیدائشی حقوق کے ان کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ملے ہیں۔ آج اسلامی گھرانوں میں زوجین کے تعلقات کی باہمی تعمیر یہ اعتماد و اطمینان کی جن مضبوط چٹانوں پر قائم ہیں۔ ایسا اعتماد و اطمینان جو ہر قسم کی آلائشوں اور بدگمانیوں سے مصفیٰ اور پاک ہے۔ زیادہ تر وہ اسی الٰہی قانون کے پاکیزہ نتائج ہیں۔ الحاصل چند در چند روحانی، اخلاقی، معاشرتی بلکہ جسمانی و طبعی اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر کسی مرد و عورت نے نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں کے خالق اور بنانے والے نے قانون کا ایک مجموعہ عورتوں کو عطا فرمایا ہے۔ جس کی اجمالی تعبیر پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے۔ اس وقت یہ موقع نہیں ہے کہ قانون کے عقلی پہلوؤں سے بحث کی جائے۔ اس لئے ان اغراض کی تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے اس وقت صرف ترتیب کے ساتھ ان قوانین و احکام کو بیان کرتی ہوں۔ جو براہ راست اسلامی مستند کتابوں یعنی قرآن و حدیث اور فقہ سے حاصل کی گئی ہیں۔

عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں

میں عورتوں کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پردہ اس قسم کے جتنے اسلامی قوانین ہیں۔ یہ مردوں نے عورتوں پر زبردستی یا ان کو کمزور پا کر عائد نہیں کئے ہیں۔ میں ان کو نسوانی عقل و حمیت، شرافت و بزرگی پر بدترین حملہ سمجھتی ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کے براہ راست خطاب کے مستحق اپنے کو مرد سمجھتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ کتاب کے اس شرف و امتیاز سے عورتوں کو محروم کیا جائے۔ مرد اگر خدا کے بندے ہیں۔ تو ٹھیک اسی طرح عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں اور مذاہب میں کچھ تفریق و امتیاز کیا گیا ہو تو کیا گیا ہو لیکن قرآن کریم کا اعلان عام ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (سورہ آل عمران ع ۲۰)

یعنی میں تم سے کسی عمل کرنے والے کے عمل اور کام کو برباد نہ کروں گا۔ وہ مرد ہوں یا عورت۔ تم میں سے بعض بعض سے پیدا ہوئے ہیں

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یعنی جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والے ہوں۔ تو میں انہیں پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا۔ اور ان کے کاموں کی مزدوری عطا کروں گا (سورہ نحل رکوع ۱۳)

قرآن کریم اس قسم کی آیات سے معمور ہے

انسانی معاشرت کے مختلف مسائل

بہر حال اب میں اس مسئلہ کی طرف آپ کو متوجہ کرتی ہوں کہ انسانی زندگی کے اور بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبہ کے متعلق اسلام میں مختلف مسائل ہیں۔ ان میں چند مسائل یہ بھی ہیں۔

۱۔ انسانوں کے باہمی میل یا سوسائٹی کا کیا اصول ہونا چاہیئے؟

۲۔ مردوں اور عورتوں کے لباس کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟

۳۔ گھر میں رہنے اور باہر نکلنے میں کن ضوابط کی پابندی کرنی چاہیے؟

ان سب مسائل یا سوالات کا تعلق صرف عورتوں سے نہیں ہے۔ بلکہ مردوں سے بھی ہے ان کے متعلق تفصیلی احکام شریعت میں موجود ہیں البتہ انہی مسائل کے وہ دفعات جن کا تعلق عورتوں سے ہے ان کی اجمالی تعبیر ادب میں لفظ پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے۔ لوگ عموماً پردہ کے ان تفصیلی اجزاء قوانین سے کسی ایک جزو یا قانون کو لے کر الجھ پڑتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے چونکہ ناقص مواد ہوتا ہے۔ اس لئے صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ ہر دفعہ کے متعلق اسلامی تصریحات کو جدا جدا عنوانوں میں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (پ ۱۵) یعنی جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے انکار کرے۔

اجنبی مردوں سے میل جول میل جول اور سوسائٹی کا مسئلہ یعنی جس طرح مرد مرد سے اور عورتیں عورتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ کیا ٹھیک اسی طرح ان ہی آداب و مراسم کے ضوابط کے ماتحت عورتوں کو اجنبی مردوں سے ملنے کی اجازت ہے یہ سوال یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک ماں جس طرح اپنے بیٹے سے ایک بیٹی اپنے باپ سے، ایک بہن اپنے بھائی سے یا ایک بیوی اپنے شوہر سے ملتی ہے۔ کیا اسی طرح وہ ہر غیر محرم اجنبی مرد سے مل سکتی ہے۔ کسی متعصب تنگ نظر ظالم مرد کا نہیں بلکہ عورتوں کے خالق رحمٰن اور رحیم کے ارشادات و ہدایات کا شرف جس طرح مردوں کو حاصل ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی ہے۔ ان احکام کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔

اول حکم ہے کہ مردوں کی نگاہ عورتوں سے اور عورتوں کی نگاہ مردوں سے علیحدہ رہے چنانچہ سورۃ نور رکوع ۴ میں ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الخ	یعنی ایمان والے مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں الخ۔
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ۔	اور ایمان والی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

بینائی کے احساس کو باہم ایک دوسرے سے جدا رکھنے کی شرح اس حدیث میں ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو ایک نابینا سے اپنی نگاہ کو جدا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ابوداؤد ترمذی میں اس حدیث کا مشہور جملہ یہ ہے کہ حضور نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ یعنی کیا تم دونوں عورتیں بھی اندھی ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتی ہو۔

یہ ارشاد نبوی اس موقع پر ہوا تھا جب کہ ابن ام مکتوم صحابی نابینا رضی اللہ عنہ حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے بیویوں سے فرمایا۔ تم ہٹ جاؤ۔ بیویوں نے کہا کہ یہ تو اندھا ہے ہم کو کیا دیکھے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔

(۲) نہ صرف نگاہ کے واسطے بلکہ قرآن پاک میں یہ بھی حکم ہے کہ اپنے زیورات کی آواز کو بھی

مردوں کے کانوں سے بچاؤ۔ چنانچہ سورۂ نور میں ارشاد ہے :۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط (پ ۱۸ ع ۱۰)	یعنی عورتیں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں جس سے زینت ظاہر ہو جائے (یعنی ان کی پازیب وغیرہ کی آواز مردوں کے کان میں نہ پہنچے)

(۳) صرف بینائی اور شنوائی کے ہی احساسات نہیں ہیں۔ بلکہ حدیث صحیح میں بتصریح موجود ہے کہ عورتیں اپنی خوشبو کو بھی مردوں کی ناک سے جدا رکھیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

ايّما امرأة استعطرت فمرت علی قوم ليجدوا ريحها فهي زانية۔	یعنی ہر وہ عورت جس نے عطر ملا ہو وہ مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو لوگ سونگھیں تو ایسی عورت زانیہ ہے۔

(۴) جب دور کے احساسات و تاثرات کے متعلق اتنے احکام ہیں تو ان سے سمجھا جاسکتا ہے کہ باہم اجنبیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے اور بدن کے چھونے کی اسلام نے کیسی ممانعت کی ہوگی۔ حدیث شریف میں صاف موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے :۔

لان يطعن في راس احدكم بمخيط من حديد خير له من ان يمس امرأة لا تحل له	یعنی تم میں سے کسی کے سر میں سوئی چبھو ئی جائے تو بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کیلئے حلال نہیں۔

الغرض ان نصوص کا صاف و صریح اقتضاء یہ ہے کہ اجنبی عورتیں غیر محرم مردوں سے جس حد تک جدا رہ سکتی ہیں۔ ان کو جدا رہنا چاہیے اس کا خلاصہ اس روایت میں ہے :۔

عن علي انه كان عند النبي صلی الله عليه وسلم فقال اي شيء خير للمرأة فسكتوا قال فلما رجعت قلت لفاطمة اي شيء خير للنساء قالت لا يرين الرجال ولا يرونهن فذكرت ذلك للنبي	یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے حضور نے پوچھا کہ عورت کے لئے سب سے اچھی بات کون سی ہے لوگ چپ رہے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں گھر آیا تو فاطمہ رضی

صلی اللہ علیہ وسلم فقال فاطمۃ بضعۃ منی الخ

اللہ عنہا سے سوال کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ مرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں کو دیکھیں علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا فاطمہ میرے بدن کا ایک حصہ ہے۔

بہر حال اجنبی مردوں اور عورتوں کے باہمی میل جول کے اصل احکام یہی ہیں اور مسلمانوں کی شریف عورتیں جو اسلام اور قرآنی قوانین کی پابند ہیں۔ ان کا ابتدا اسلام سے اس وقت تک ان ہی احکام پر عمل ہو رہا ہے۔ جس کی بنیاد نہ کسی ملک کے رواج پر نہ کسی غیر قوم کی تقلید پر قائم ہے بلکہ قرآن و حدیث کے بالکل کھلے ہوئے الفاظ کی اطاعت ہے۔ مثلاً اگر کسی اجنبی عورت سے کوئی چیز مانگنی ہو۔ یا لین دین کا معاملہ ہو تو حکم ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ (سورہ احزاب)

یعنی جب تم کوئی چیز عورتوں سے مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے لئے پاک طریقہ ہے۔

عورتوں کو بضرورت مردوں سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے لیکن قرآن پاک نے اس میں یہ شدید شرط لگا دی ہے کہ اجنبی مردوں سے نرم اور شیریں لہجہ میں گفتگو نہ کرو بلکہ اس میں سختی ہونی چاہیے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (سورہ احزاب آیۃ)

یعنی بات کرنے میں نرمی نہ کرو ورنہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ کرے گا۔

علاج و معالجہ کے موقع پر اجازت ہے کہ طبیب عورت کے اس مقام کو دیکھ اور چھو سکتا ہے جہاں مرض ہو مثلاً ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا پھوڑا نکلا ہو۔ اسی طرح دینی ضروریات کے لئے اس قانون میں نرمی پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً حج کے موقع پر عورتوں کے مجمع کو مردوں سے دور اور

الگ رکھا جائے۔

مستورات کا مسجدوں میں آنا مساجد اور عیدگاہوں کی جماعت میں حاضر ہونے کی اجازت کے ساتھ حکم تھا کہ عورتیں بچوں کی صف سے بھی پیچھے رہیں کہ اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ یعنی عورتوں کو پیچھے رکھو جبکہ خدا نے ان کو پیچھے رکھا مگر یہ حکم بعضرورت تھا۔ اس لئے کہ نماز کے متعلق اصل حکم عورتوں کے واسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ:

صَلٰوۃُ الْمَرْاَۃِ فِیْ بَیْتِہَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِہَا فِیْ حُجْرَتِہَا وَصَلٰوتُہَا فِیْ مَخْدَعِہَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِہَا فِیْ بَیْتِہَا

یعنی عورتوں کی نماز کوٹھڑی میں بہتر ہے بہ نسبت گھر کے صحن کے۔ اور کوٹھڑی در کوٹھڑی کی نماز بہتر ہے۔ کوٹھڑی کی نماز سے۔

اس لئے قرن اوّل ہی میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا۔

لَوْ یَرَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَہُنَّ الْمَسَاجِدَ (رواہ المسلم)

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے ان باتوں کو جو عورتوں نے پیدا کی ہیں تو ان کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ لہٰذا جوان عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔

بہر حال جو کچھ ہوا ابتدائے اسلام میں ہوا۔ عرب میں ہوا قرن اول میں ہوا۔

جوان عورتوں کا بیرونی لباس عورت اگر جوان ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے گریبان کو اوڑھنی سے اچھی طرح ڈھانک لے اور اپنے بناؤ سنگار اور زیب و زینت کی چیزوں کو ظاہر نہ کرے۔ سورہ نور رکوع ۴ میں ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوْبِہِنَّ (یعنی عورتیں اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں

ے اس مسئلہ پر مزید دلائل دیکھنے کا شوق ہو تو فاضل بریلوی مرحوم کا رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور دیکھئے اس میں تمام شکوک و شبہات اور اعتراضات کے جواب بڑی تحقیق سے دیئے ہیں۔ (حاشیہ)

کو اور کسی سے ڈھانک لیں، کس چیز سے ڈھانک لیں؟ اس کی تصریح بھی قرآن پاک نے کر دی ہے کہ جلباب (بڑی چادر سلی ہوئی یا بے سلی) اپنے اوپر ڈال لیں۔ چنانچہ سورہ احزاب رکوع ۷ میں ارشاد ہوتا ہے :-

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ	یعنی اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں۔

قرآن مجید کا جلباب یہی ہے جو سل کر اس زمانہ میں برقع[1] ہو گیا ہے اور یہ سلی چادر (برقع) کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ اس کا رواج عہد رسالت میں بھی تھا۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ "ام خلاد ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقاب ڈال کر آئی۔ اس کا لڑکا شہید ہو گیا تھا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس کا بیٹا مارا گیا لیکن اسے اپنے نقاب کی پڑی ہوئی ہے اس نے جواب دیا کہ اگر مجھ پر بچہ کی مصیبت آئی ہے تو میری شرم و حیا پر تو مصیبت نہیں آئی ہے"۔

احادیث میں ایسے آثار بکثرت مل سکتے ہیں جن سے عہد نبوت میں نقاب اور برقع کا رواج ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

سنگار اور زیب و زینت

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کا اصل حکم تھا۔ عورت اس لباس پر کسی حد تک اضافہ کر سکتی ہے۔ اس اضافہ کی اسلام نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ عورت جس قدر بھی چھپا سکتی ہے، اپنے آپ کو چھپاتے لیکن ضروریات پر نظر کرتے ہوئے خدائے تعالیٰ نے اس قانون کو نرم کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ لیکن سنگار میں سے

---

[1] اس برقع سے پرانا برقع مراد ہے جو سر سے پاؤں تک عورت کو ڈھانپ لیتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں موجودہ طرز کے برقعے نام ونشان کو نہ تھے۔ آج کل کے برقعے پردے کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو بطور فیشن پہنے جاتے ہیں۔ ان برقعوں کو پردہ سے کوئی واسطہ نہیں اللہ تعالیٰ اس بے حیائی اور بے شرمی کے فتنہ سے مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

جو خود کھل جاتے۔

مطلب یہ ہے کہ عورت زیب و زینت کو جہاں تک ممکن ہو چھپائے۔ لیکن اگر زینت کا کوئی حصہ خود بخود کھل جائے تو مضائقہ نہیں خود بخود کھل جانا ایسی چیز ہے۔ جس کی بنیاد ان کے مشاغل کی نوعیت پر ہے۔ جن میں عورت مصروف ہو مثلاً ایک امیر عورت گھر سے اس لئے نکلتی ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلی جائے۔ اس وقت وہ زیادہ سے زیادہ جس چیز کے کھلنے پر مجبور ہے وہ آنکھ ہو سکتی ہے تاکہ راستہ دیکھتی جائے۔ اسی طرح ایک مزدور عورت بازار سے سودا یا کنویں سے پانی لانے کو گھر سے نکلتی ہے ظاہر ہے کہ ان کاموں کو صرف آنکھوں کے کھولنے سے وہ انجام نہیں دے سکتی۔ لہٰذا بعض صحابہ مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ علی کرم اللہ وجہہ اور فقہائے حنفیہ نے بیرونی لباس کی حد یہ مقرر کی ہے کہ ان حالتوں میں عورت چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھلا رکھ سکتی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دونوں پاؤں کو بھی شریک کر لیا ہے۔ یہ تمام باتیں فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جو مختلف مشاغل کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

شرعی لباس اس حد تک عورتوں کو اجازت کی نوعیت بالکل ایسی ہے۔ جیسا کہ مردوں کے لباس کی کم از کم حد ناف سے گھٹنوں تک مقرر ہے یعنی ہر حالت میں کم از کم اتنا حصہ جسم کا چھپا رہنا ضروری ہے۔ عجیب بات ہے کہ عورتوں کے اس کم از کم لباس کو جس کی اجازت مجبوری اور ضرورت کی بنا پر ہے، بعض لوگ شرعی لباس قرار دیتے ہیں اور اس پر اضافہ کو غیر مشروع کہتے ہیں۔ گویا اس سے زیادہ لباس پہننا عورتوں کو شرعاً ممنوع ہے میں ان حضرات سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر عورتوں کے لئے شرعی لباس کی حد یہی ہے تو کیا مردوں کا اسلامی لباس ناف سے گھٹنوں تک صرف ایک اونچی دھوتی یا صرف ایک لنگ ہے؟ (جو ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو چھپا لے)

مشاغل کے لحاظ سے ظہور کی حد عورتوں کے لئے جو آخری ہو سکتی تھی۔ فقہا نے صرف اس کو متعین کر دیا ہے اور چونکہ لباس کا یہ کم از کم درجہ ہے۔ اس لئے اس کے پہننے والیاں جو عموماً غیر مستطیع طبقہ کی ہوتی ہیں۔ کمتر درجہ کی عورتیں سمجھی جاتی ہیں۔ عہدِ نبوت کے بعد

تقویٰ اور پارسائی کے بتدریج کمی کو محسوس کر کے متاخرین فقہا نے اس میں تنگی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے وَتُمْنَعُ الشَّابَّةُ وُجُوْباً عَنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ الرِّجَالِ یعنی جوان عورت لازمی طور پر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکی جاتی۔

سن رسیدہ عورتوں کا لباس

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کی حد تھی سن رسیدہ عورتوں کے لباس میں قرآن پاک نے وسعت کر دی ہے۔ چنانچہ سورہ نور رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:-

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِیْ — یعنی جو عورتیں نسوانی فرائض سے تھک چکی ہیں
لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ — اور اب نکاح کی امید نہیں رکھتیں تو ان کے لئے
جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ — مضائقہ نہیں اگر وہ بیرونی لباس اتار دیں۔

اس سے برقع یا چادر کے بغیر نکلنے کی اجازت نکلتی ہے مگر ساتھ ہی لباس میں بناؤ سنگار اور زیب و زینت سے احتراز کی سخت تاکید بھی کی گئی ہے اس حکم بالا کے بعد یہ الفاظ ہیں غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ یعنی بناؤ سنگار کر کے اور بن ٹھن کر باہر نہ نکلیں اور صرف یہی نہیں بلکہ بوڑھی عورتوں کو بھی خدا کا مشورہ یہ ہے کہ برقع یا چادر نہ اتاریں تو بہتر ہے وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ یعنی اور اگر وہ عفت اختیار کریں تو ان کے لئے بہتر ہے۔

گھر میں آمد و رفت

تیسرا سوال گھر میں آمد و رفت کا ہے۔ اس سوال کا تعلق عورتوں اور مردوں دونوں سے ہے۔ گھر میں انسان بے تکلفی کے ساتھ امن اور راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جس آزادی سے وہ گھر میں رہ سکتا ہے۔ باہر نہیں رہ سکتا اس لئے گھر میں آنے والوں پر خاص قسم کے قیود عائد کرنے ضروری ہیں۔

لباس کے ذیل میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کے لباس کی دو قسمیں ہیں خانگی اور بیرونی۔ خانگی لباس میں چونکہ عورتوں کو وسعت دی گئی ہے۔ اس لئے گھر کا وہ حصہ جہاں عورتیں اپنے اسی لباس میں آزادی کے ساتھ رہتی ہوں۔ تو سوائے محرم مردوں کے اور کسی کو اس میں جانے کی اجازت نہیں۔ قرآن پاک میں صاف طور پر یہ تصریح موجود ہے کہ:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ (سورہ نور ۲۶)

یعنی اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر صرف اپنے شوہروں باپ اور اپنے شوہر کے باپ بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں پر۔

اور قرآن مجید ہی نہیں بلکہ احادیث نبویہ میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالے لٰے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! عورتوں میں نہ گھسا کرو۔ یہ تو گھروں میں آنے کے متعلق تھا اس کے بعد اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے گھر سے نکلنے کے لئے بھی عورتوں پر کچھ قیود عائد کئے ہیں یا جس طرح مرد بے روک ٹوک گھر سے باہر جا سکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی اجازت ہے؟

عورت کا گھر سے نکلنا

جہاں تک اسلامی تصریحات کا تعلق ہے۔ عورت کا تعلق گھر سے بہ نسبت مرد کے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر عورت کو اہل البیت گھروالی کہا جاتا ہے۔ گویا گھر کی مالکہ وہی ہے گھر کے اس خصوصی انتساب کو اس زمانہ میں قید اور گھر کو عورت کا زندان یا قفس کہا جاتا ہے۔ بہرحال عورتوں کے متعلق یہ صاف حدیث طبرانی میں موجود ہے لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ فِي الْخُرُوْجِ اِلَّا مُضْطَرَّةً

اسی کی طرف دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ اِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ یعنی عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔

قرآن پاک میں اس قانون کا جہاں ذکر ہے وہاں بجائے عام عورتوں کے امہات المومنین کو براہ راست مخاطب فرمایا ہے اور اس لئے بعض لوگ اس قرآنی حکم کو صرف امہات المومنین کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن الفاظ میں خداوند تعالےٰ نے اس حکم کو ارشاد فرمایا ہے اس سے اس خصوصیت کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ الفاظ یہ ہیں :-

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ (سورہ احزاب)

یعنی گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کے رواج کے مطابق بن ٹھن کر نہ نکلا کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

امہات المؤمنین اور عام مستورات

اس آیت میں چند باتوں کا حکم ہے:۔ ۱۔گھر میں ٹھہرے رہنا ۲۔جاہلیت اُولیٰ کے سے بناؤ سنگار نہ کرنا ۳۔نماز قائم کرنا ۴۔زکوٰۃ دینا ۵۔اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔

ان میں سے آخری چار باتیں امہات کے ساتھ قطعاً مخصوص نہیں۔ کیا زینت جاہلیت سے احتراز، نماز وزکوٰۃ کی ادا۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے ساتھ مخصوص ہے؟ کیا تمام مسلمان عورتوں پر اس کی تعمیل واجب نہیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو ایک سلسلہ کے صرف ایک حکم کو محض امہات کے ساتھ مخصوص کر لینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ حدیثوں سے عورتوں کے گھر سے بے ضرورت نکلنے کی ممانعت عام ہوتی ہے۔ آخر کس بنیاد پر اس حکم کو ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے۔ البتہ قرآن ہی سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ احکام ان اعلیٰ اور بلند خیال عورتوں کے لئے دیئے جاتے ہیں جو اپنی زندگی کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتی ہیں جیسا کہ اس آیت کے ابتدائی الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ۔ یعنی اے نبی کریم کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ اگر تقویٰ کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔

کیا تقویٰ کی ضرورت امہات المؤمنین کو ہی جملہ مسلم خواتین کو نہیں؟ کیا زینت جاہلیت سے احتراز جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بناؤ سنگار کے ساتھ خواتین میلوں تماشوں میں شریک

ہوتی تھیں۔ اس سے ممانعت خاص ازواجِ مطہرات کی ہے۔ جن کے مطہر ہونے کی سند قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ان کو وسوسۂ شیطان یا اتہام مخالفین کا اندیشہ تھا معاذ اللہ! اور ہم لوگ اس سے پاک ہیں۔ ہم کو کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیں ضرورت احتراز نہیں۔ یا قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ یہ سب حکم ہمارے لئے نہیں بلکہ امہات المومنین کے لئے تھے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اب مسلمان بھی مقدس قرآن کی ایسی تاویلیں کر رہے ہیں جیسا کہ غیر اقوام نے تورات اور انجیل کے پاک حکموں کو بدل ڈالا ہے۔

مستورات ضرورتاً باہر جاسکتی ہیں

جس طرح پردہ کے تمام واقعات میں استثنا ہیں اسی طرح اس قانون میں ضرورت وحاجت کے لحاظ سے استثنا کیا گیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ اُذِنَ لَکُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ حَوَائِجِکُنَّ یعنی تم عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہو۔

ضرورت کے وقت مسلمان عورتوں کا یہ طبقہ ہمیشہ باہر نکلتا رہا ہے۔ حج کے لئے تیرہ سو سال سے اچھی گھرانوں کی عورتیں ہر سال مکے میں جاتی ہیں۔ جب کبھی ضرورت پیش آتی ہے تو عورتوں نے جنگ کے موقعوں پر مردوں کے علاج معالجہ اور سپاہیوں کی خدمت انجام دی ہے لہٰذا گھر سے نکلنے کے لئے ہر حال میں ہم پر اپنے جسم کو چھپانے کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔

عورتوں کی سواری

رہا سواری کا مسئلہ تو وہ استطاعت پر موقوف ہے۔ جب صاحب استطاعت مرد بھی گھروں سے کسی نہ کسی سواری پر نکلتے ہیں۔ تو عورتوں کو باوجود استطاعت کے محض پردہ کی ضد میں بغیر سواری کے نکلنے پر اصرار کرنا عجیب سی بات ہے۔ یہ ضرور ہے کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا چونکہ صرف ضرورت اور مجبوری پر مبنی ہے۔ جس کی تصریح احادیث سے کی گئی ہے اور عورت اپنے تمام اعضاء کے لحاظ سے چھپانے کی چیز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان ہوا۔ سواری کا رواج بھی کوئی نیا رواج نہیں عرب میں اسلام سے پیشتر بھی کپڑے منڈھے ہوئے ہودجوں کا جن کو محمل کہتے ہیں رواج تھا اسلام نے بھی اس رواج کو قائم رکھا۔ احادیث میں کثرت سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ

ازواج مطہرات اور دوسری عورتیں محملوں میں سفر کرتی تھیں۔ پردہ کا قانون جو اپنے مختلف دفعات کے لحاظ سے اس وقت مسلمانوں میں مروج ہے وہ قرآن و حدیث اور فقہ کی روسے مختلف طبقات اور حالات کے لحاظ سے اسلامی پردہ کہلاتا ہے اور اس پردہ کو ہمارے چند روشن خیال بھائی حارج تعلیم (تعلیم سے روکنے والا) اور مانع ترقی خیال کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ آواز برصغیر کے ہر گوشہ میں گونج رہی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب عورتوں کا پردہ ہے (حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے)۔

چاک نقاب سے نعمتوں کا حصول ہماری قوم کے اسباب زوال ایسے نہیں ہیں جن کے مفہوم میں اتنی صریح غلطی سے ہم معترف ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ ہماری قوم صدیوں سے فقر جہالت میں گرفتار رہی۔ مذہب جس کی پرستش سے مسلمانانِ سلف عروجِ کمال کو پہنچے تھے اسے ہم نے پس پشت ڈال دیا وغیرہ علوم و فنون اور تجارت و زراعت سب کچھ کھو دیا۔ کیا اب یہ سب گم شدہ نعمتیں ہمارے قومی بھائیوں کو ہمارے صرف نقاب چاک کر دینے سے حاصل ہو جائیں گی۔ جن قومی بہنوں نے پردہ قطعی ترک کر دیا۔ اپنی قومی اور ملی کون سی خدمات انجام دیں اور مثل خواتین سلف کس کو درس فقہ و حدیث دے رہی ہیں۔ کیونکہ ایک سخت مشکل جس نے مسلمانوں کو پردہ کی طرف راغب کر رکھا ہے۔ قانونِ حکمت میں عورت کے کامل وقار کا فقدان ہے۔ سوسائٹی تمدن و معاشرت کا زیادہ تر حصہ اس کے مناسب حال نہیں۔ تھیٹر، سینما، رقص و سرود تمدن کا جزو ہے۔ بے عصمتی کا ارتکاب کوئی جرم نہیں ہے۔ بے حجابی کے مرکز، شہر اور قصبہ میں قائم ہیں۔ انگریز حکومت کے لئے ان مراکز کا خاص اہتمام و انتظام ہے اور سول میرج[1] ایکٹ جس کی رو سے ایک مومن و مشرکہ اور مشرک و مومنہ کا ازدواج بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہے۔ جس کی تازہ مثالیں دہلی پنجاب

---

[1] سول میرج ایکٹ

اور مدراس میں موجود ہیں۔ خواتین! کیا ایک مسلمان کی حیثیت مذہبی اس کو روا رکھ سکتی ہے کہ ایسے ملک اور ماحول میں رہ کر اپنی شریف خواتین کو ایسی سوسائٹیوں میں شریک کریں جو اسلامی حیا کے خلاف ہیں۔

پردہ میں آزادی اسلام نے اس بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی ہے اور ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی کاموں میں شریک ہو سکتی ہے لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھے۔ صاحب مقدور خواتین کو قطع نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب و برقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جائیں تو اسلامی پردہ کے ہرگز خلاف نہیں۔ جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے اور مانع تعلیم و ہنر ہے۔ ہم اس پردہ کو اسلام کی توہین اور مردوں کی زیادتی سے تعبیر کرتی ہیں۔ مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امراء ہوں یا غرباء تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح مذہباً آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیور ہنر سے اپنے کو ایسا مزین کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت شرافت و عصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکے۔ میں اس کے تسلیم کرنے سے قاصر ہوں کہ پردہ حارج تعلیم ہے کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ ہم پردہ کے ساتھ دائرہ نسوانیت کے اندر شوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملکی خدمت بھی انجام دے سکتی ہیں۔ اس کی تائیدی مثال میں علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کی ذات بھی موجود ہے۔

ضروریات البتہ اس کی ہے کہ ہماری صاحب مقدور بہنیں مسلمان خواتین کو جو بوجہ کم استطاعت ہونے کے برقع کے ساتھ تحصیل علم کریں یا وہ مصیبت زدہ خواتین جن کا کوئی کفیل یا ذریعہ معاش نہیں۔ یا وہ ستم رسیدہ قابل رحم ہمسیاں جن کے شوہر نان نفقہ نہیں دیتے۔ اگر پردہ کے ساتھ محنت و مشقت کریں تو ان کو ہماری صنف کی سوسائٹی بنگاہِ تذلیل سے نہ دیکھے بلکہ اپنے مذہبی احکام کے بموجب اپنی مجالس میں ان کا احترام رکھا جائے۔ کیونکہ مستورات اسلام کا اصلی پردہ مواضع زینت کا مستور

رکھنا ہے۔ ڈولی، موٹر گاڑی، بگھی لوازمات سے نہیں ہے۔ اس کی پابندی استطاعت اور حالت کی ضرورت پر مبنی ہے ؎

زہے نصیب جو دنیا بشر کو جنت ہو — زہے نصیب جو ہو ساتھ نیک بیوی کا!
وہ زن علوم کی شوق ہو جس کے دامن میں — وہ زن پسند ہو جس کو علوم کا گہنا
رخ صبیح پہ ہو جس کے غازہ اخلاص — سیاہ آنکھوں میں جس کے ہو شرم کا سرما
اگرچہ لاکھ مخالف ہوا ہو طوفانی — چراغ عفت و عصمت کبھی نہ ہو ٹھنڈا
کبھی کسی کی برائی کی، آرزو نہ کرے — حسد کے زنگ سے ہو صاف آئینہ دل کا
خدا بڑھائے جو دولت گھٹے غرور اس کا — خدا بڑھائے جو کلفت کرے وہ شکر خدا
شگفتہ دیکھ کے شوہر کو باغ باغ رہے — ملول دیکھ کے شوہر کو ہو ملول سدا
اگر ہو صاحب اولاد تو یہ لازم ہے — خیال بچوں کی تعلیم کا ہو حد سے سوا

جو درس گاہ کو جائیں تو پہنیں کپڑے صاف
جب آئیں گھر میں تو پائیں غذا بھی پاکیزہ

تکلیف ، غم زدہ

باب سوم

منہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے پوشیدہ رکھنے کے دلائل

نئی روشنی کے نونہال اور ان کے ہم خیال دنیا پرست مولوی عام جلسوں میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ علمائے متقدمین نے پردہ کی حقیقت کے سمجھنے میں بڑی فاش غلطی کی ہے کیونکہ انہوں نے منہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کو بھی پردے میں داخل کر لیا ہے۔ حالانکہ پردہ محض جسم کا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کو آیات اور احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے بنابریں اس غلط فہمی اور خانہ ساز آیات و احادیث کی تفسیر کا شرح و بسط کے ساتھ قلع قمع کیا جاتا ہے۔ تاکہ انصاف پسند اصحاب ان اوراق کو پڑھ کر حق کی داد دیں اور غلط کار لوگ راہ راست پر آجائیں اور دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

لفظ عورت اور زینت کے مقامات کی تشریح پیشتر اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائل شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں یہ مناسب ہے کہ لفظ عَوْرَۃ اور زِیْنَتْ کی تحقیق لغوی کی جائے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے۔

لفظ عورت کی لغوی تحقیق ا۔ منتہی الارب میں ہے کہ عورت بالفتح اندام شرم مردم وما بین السُّرَّۃِ الی الرکبۃ و ہر چہ از دیدن آں شرم آید۔ یعنی عورت زبان عربی میں انسان کے اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم

عار لاحق ہو اور اس کا بے پردہ کرنا اور دیکھنا دکھانا موجب ننگ و عار ہو۔

۲۔ مفردات امام راغب میں ہے۔ العورة سوأة الانسان وذالك كناية واصلها من العار وذالك لما يلحق في ظهوره من العار اى المذمة ولذالك سمى النساء عورة یعنی عورت انسان کی شرم گاہ کا نام ہے اور یہ مشتق ہے عار سے۔ اس واسطے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت کا نام عورت رکھا گیا۔

پس جب عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ از سرتاپا پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمایئے کہ اس کا چہرہ اور دست و پا کا کھلا رہنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ زیادہ تر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لئے شعراء بھی چہرہ ہی کو زیادہ تر اشعار میں باندھتے ہیں، مثلاً اس کا چاند سا چہرہ ہے۔ اس کے رخسار گلاب کے پھول ہیں۔ اس کے ابرو تلوار ہیں۔ اس کے لب تیغ آب دار ہیں وغیرہ لہٰذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص وَاجِبُ السَّتْر ہے۔

لفظ زینت کی لغوی تحقیق زینت لغت میں اسباب آرائش یعنی زیور لباس وغیرہ کو کہتے ہیں چنانچہ مفردات امام راغب میں علامہ امام راغب اس کو تین اقسام پر منقسم کرتے ہیں "وَالزِّيْنَةُ بِالْقَوْلِ الْمُجْمَلِ ثَلَاثٌ زِيْنَةٌ نَفْسِيَّةٌ كَالْعِلْمِ وَالْاِعْتِقَادِ الْحَسَنَةِ وَزِيْنَةٌ بَدَنِيَّةٌ كَالْقُوَّةِ وَطُوْلِ الْقَامَةِ وَزِيْنَةٌ خَارِجِيَّةٌ كَالْمَالِ وَالْجَاهِ" یعنی زینت نفسیہ، زینت بدنیہ، زینت خارجیہ۔ زینت نفسیہ کے لئے علم و اعتقاد حسن کی ضرورت ہے۔ زینت بدنیہ کے لئے حسن و جمال و خد و خال و قوت و قد موزوں لازمی ہے۔ زینت خارجیہ کے لئے مال و جاہ کی احتیاج ہے۔

قرآن مجید میں لفظ زینت باختلاف صیغ مختلف معنوں کے لئے مستعمل ہوا ہے چنانچہ سورہ اعراف میں ہے۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اس کے اسباب نزول میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت

میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں مرد دن کو برہنہ طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں فَاَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّلْبَسُوْا ثِيَابَهُمْ وَلَا يَتَعَرَّوْا تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو برہنہ نہ رہو۔ ان کے لئے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ بہر کیف خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کا شان نزول اس امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہننا ہے جس سے عورت مستور رہ سکے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اَلزِّيْنَةُ زِيْنَتَانِ زِيْنَةٌ ظَاهِرَةٌ وَّزِيْنَةٌ بَاطِنَةٌ لَا يَرَاهَا اِلَّا الزَّوْجُ۔ فَاَمَّا الزِّيْنَةُ الظَّاهِرَةُ فَالثِّيَابُ۔ وَاَمَّا الزِّيْنَةُ الْبَاطِنَةُ فَالْكُحْلُ وَالسِّوَارُ وَالْخَاتَمُ وَلَفْظُ ابْنِ جَرِيْرٍ فَالظَّاهِرَةُ مِنْهَا الثِّيَابُ وَمَا يَخْفٰى فَالْخَلْخَالُ وَالْقُرْطَانِ وَالسِّوَارَانِ یعنی زینت دو قسم کی ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا اس لئے کہ زینت ظاہری لباس ہے اور زینت باطنی سرمہ۔ زیور، انگوٹھی ہے اور بروایت ابن جریر جھانجن بالیاں، کنگن وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ یعنی اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت۔ اگرچہ یہ عام حکم ہے زینت ظاہری و باطنی کے لئے مگر چونکہ آگے اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ارشاد فرما کر زینت ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے اس لئے اس حکم سے مراد زینت باطنی ہے جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جھانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نص صریح سے فرض ہے اور بموجب تاویل ابن مسعود چادر اور برقع مستثنیٰ ہے یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں۔ یہی علمائے کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے البتہ چادر اور برقع کے ساتھ بضرورت شدید گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقع اور چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں اس لئے اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو تکلیف مَا لَا يُطَاقُ (طاقت سے باہر) تھی۔ مگر آیت مذکورہ سے یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گلگشت (باغ کی سیر) کرے۔ اِلَّا مَا ظَهَرَ کا استثناء صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے۔

اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لغۃً زینت کا اطلاق اسباب آرائش و زیبائش پر ہوتا ہے عام اس سے کہ زینت نفسہ ہو یا بدنیہ یا خارجیہ۔

زینت نفسیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے اعمال و عقائد کو سلکِ تحریر میں لا کر ظاہر کر دے اب رہی زینت بدنیہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اور زینتِ خارجیہ مثل لباس برقع جلباب و چادر وغیرہ کے کہیں کا اجانب سے پوشیدہ کرنا اس کے لیے متعذّر و مشکل ہے۔ بنا علیہ و بس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی اور اِلَّا مَا ظَهَرَ فرما دیا مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے حجاب و بلا نقاب اجانب کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں، اور اغیار و نامحرم انہیں دیکھیں محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصد شرع کے قطعی خلاف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورت داعیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود بعض ازواج مطہرات سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے نصوصِ قرآنیہ کا مفہوم پردہ موجود تھا۔ چنانچہ جب آیہ کریمہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ نازل ہوئی۔ تو ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے۔ کہ آپ اس آیۃ کریمہ کے نزول کے بعد حج و عمرہ اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ کا جنازہ ہی باہر آیا۔ جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج و عمرہ کے لئے بھی آپ گھر سے باہر تشریف نہیں لاتیں تو آپ نے فرمایا ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ملا ہے۔

دیکھیے ازواج مطہرات جو ام المومنین ہیں۔ ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازہ حجرہ تک قدم نہیں رکھتیں اور حج و عمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ ہی ہو۔ مگر موجب ثواب ضرور تھا۔ لیکن اس کے لئے نکلنا بھی انہوں نے گوارا نہ کیا اور جب صحابہ کرام نے عرض کیا تو فرما دیا۔ قِيلَ لَنَا وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ یعنی کیسے نکلیں۔ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں۔

اس جواب سے ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کا یہ فعل بالکل مطابق حکم الٰہی تھا اور اس غرض سے تھا کہ ایسی پابندی تھی کہ عوام اس سے سبق لیں۔

مسلمانو! ام المومنین جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کے لئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ما وشما (ہمیں اور تمہیں) کو پابندی کی کتنی ضرورت ہے ؎

زبیگانگان چشم زن کور باد ۔۔۔ چوں بیروں شد از خانہ در گور باد

افسوس! آج فضاء عالم اس قدر تنگ و تاریک ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ آزادی کی آندھیاں ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعار مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریکات کی ارزانی ہے اللہ کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے (آمین)

قرآن مجید سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب رکوع ۷ میں ارشاد فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ یعنی اے ایمان والو! ہمارے محبوب کے شانۂ اطہر میں بلا اجازت حاصل کئے داخل نہ ہو۔

اس آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا ضروری نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا۔ مگر چونکہ گھر میں کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے چہرہ پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنا بریں حکم ہوا کہ اجازت لے کر گھروں میں آؤ تاکہ عورتیں مستور ہو جائیں۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔۔۔ یعنی اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو پردہ کے باہر سے مانگو۔

مسلمانو! ذرا آیۂ حجاب کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بتا رہا ہے۔ آیا بے نقاب و بلا حجاب اجانب سے دید و گفتگو کی اجازت دے رہا ہے یا پردہ میں۔ اس سے زیادہ صاف و صریح اور کیا حکم ہو گا۔

تفسیر احمدی اور نور الانوار میں اس آیت کریمہ کے تحت مرقوم ہے

هٰذِهِ الْاٰيَةُ هِيَ الْاٰيَةُ الَّتِيْ يُفْهَمُ مِنْهَا اَنْ يَّحْتَجِبَ النِّسَآءُ مِنَ الرِّجَالِ ۔۔۔ یعنی یہ وہی آیت ہے۔ جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و

اجانب غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں۔ اگرچہ اس آیت کریمہ کا نزول ازواج مطہرات کی شان میں ہے۔ لیکن بموجب قاعدہ مسلمہ اَلْعِبْرَۃُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورات پر حاوی۔ تفسیر احمدی میں ہے:

لِاَنَّ مَوْرِدَهَا اِنْ كَانَ خَاصًّا	یعنی اس آیہ کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے۔
فِیْ حَقِّ اَزْوَاجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی	ازواج مطہرات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنَّ	میں۔ مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کے لئے
الْحُكْمَ عَامٌّ لِكُلِّ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ	عام ہے۔ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے
فَيُفْهَمُ مِنْهُ اَنْ يَّحْتَجِبَ	کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں
جَمِيْعُ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ	اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔
وَلَا يُبْدِيْنَ اَنْفُسَهُنَّ عَلَيْهِمْ	

سورہ نور رکوع ۴ میں اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا	اے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے
بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا	کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو جب تک
وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا	سلام کرکے اجازت حاصل نہ کرلو۔

تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تَسْتَاْذِنُوْا ہیں اور قرأت ابی ابن کعب میں تَسْتَاْذِنُوْا ہی آیا ہے۔
چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا حضور استیناس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حصول اجازت کے لئے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا اللّٰهُ اَكْبَرُ کبیرا کہے۔ یا کھنکھارے، گلے سے آواز نکالے، تاکہ گھر والے اسے اجازت دیں۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِيْنَاسُ قَالَ يَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ بِالتَّسْبِيْحَةِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّحْمِيْدِ اَوْ يَتَنَحْنَحُ لِيُؤْذِنَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ دوسری حدیث میں بھی اسی کی تائید ہے اَلتَّسْلِيْمُ اَنْ يَّقُوْلَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَاَدْخُلُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَاِذَا اُذِنَ لَهٗ دَخَلَ وَاِلَّا رَجَعَ یعنی تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہے کہ السلام علیکم سے مراد ہے۔ کیا میں داخل ہو جاؤں۔ تین بار اگر اسے اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ واپس لوٹ جائے۔

ان سطور سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا مجاز نہیں اور اس کی علت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ گھر میں مستورات بے پردہ ہاتھ پیر منہ کھولے بے حجاب رہتی ہیں اور اجنبی سے پردہ واحتجاب ابدی و لازمی ہے۔

سورۂ نور رکوع ۴ اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔

یعنی اے محبوب! مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کریں اور اپنے اندام خاص (شرم گاہوں) کی حفاظت رکھیں یہ ان کیلئے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اجنبیہ کا بلا ضرورت شرعی منہ ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے خاص کر اس پر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی نظر فتنہ سے خالی ہو۔

پھر جس طرح مرد کو اجنبیہ کی طرف دیکھنا منع ہے اسی طرح عورت کو حکم ہوا ہے۔ چنانچہ سورہ نور رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ

یعنی اے محبوب ایمان والی خواتین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں (یعنی پوشیدہ رکھیں) مگر جو بضرورت ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں۔ اور اپنی آرائش نہ دکھائیں۔ مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے

أَوْ بَنِيٓ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ
أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ
لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَآءِ
وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن
زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ
جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

مملوکوں، لونڈی، غلامان شرعی سے یا ان
خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت
نہ رہی ہو (جیسے خواجہ سرا یا شیخ فانی بہت
بوڑھے) یا ان کم سن بچوں سے جو عورتوں کی
پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے
پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور
معلوم ہو جائے اور تم سب اے مسلمانو!
اللہ کی طرف رجوع کرو کہ فلاح
دارین حاصل ہو۔

.....

ضمن آیات مذکورہ بالا میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی باستثناء مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے۔ بالخصوص ان کے سر سینہ کان چہرہ گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے یہی سبب ہے کہ الا ما ظھر منھا فرما کر استثناء فرما دیا۔ اس لئے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی، لباس فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حسن و جمال خد و خال جسم سے۔

زینت ظاہری یہ ہے کہ جس کے پوشیدہ کرنے میں وقت ضرورت مشکل ہو جیسے انگوٹھی چادر اور برقع جس کے ظاہر ہونے میں بوقت ضرورت مانع شرعی نہیں۔

زینت باطنی جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے وہ چہرہ، ہاتھ گٹوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقاً بیان ہو چکے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں۔ وہ محض لباس ہے۔

الحاصل یہ ثابت ہو گیا کہ چہرہ ہاتھ لباس علیحدہ اجانب کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے۔
لیکن بوقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے بشرطیکہ اس اظہار سے خوف فتنہ وفساد

نہ ہو۔ ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں۔

ناظرین ذرا غور کریں کہ شریعت مطہرہ پردہ کو کس قدر مہتم بالشان بنا رہی ہے اور علماء و فقہا۔ اور مفسرین کرام کی اکثریت اسی طرف ہے اور بعض کے نزدیک چہرہ ہاتھ قدم چھپانا، اس وقت غیر ضروری ہے جبکہ نظر بد سے امن ہو مگر اس تجویز سے اب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ نظر بد سے امن نہیں چنانچہ اخبار میں حضرات کو اس کا زیادہ تجربہ ہے

تفسیر احمدی میں ہے۔ وَاِلَی الْحُرَّۃِ الْاَجْنَبِیَّۃِ مُطْلَقًا اِنْ لَمْ یُؤْمَنْ مِنَ الشَّهْوَةِ وَمَا سِوَى الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ اِنْ اُمِنَ مِنْهَا یعنی چہرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو اور اگر امن ہے تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا اس پر نظر کرنا حرام ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا موجب سخت فتنہ و فساد کا؟ آج کوئی خوش فہم، سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہِ فساق و فجار سے محفوظ رہیں گی اور کوئی نظر بد ان پر اثر نہ کرے گی۔ بنابریں بموجب اصول اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ یعنی جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے، بعض علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتے۔ کتب فقہ و تفاسیر میں تمام تر روایات و عبارات اجازت قید عدم شہوت و عدم فتنہ کے ساتھ مقید ہیں۔ کہیں بھی مطلقاً اجازت و رخصت نہیں ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔ اَلْاَظْهَرُ اَنَّ هٰذَا فِی الصَّلٰوةِ لَا فِی النَّظَرِ فَاِنَّ كُلَّ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةٌ وَلَا یَحِلُّ لِغَیْرِ الزَّوْجِ وَالْمَحْرَمِ النَّظَرُ اِلٰی شَیْءٍ مِنْهَا اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ كَالْمُعَالَجَةِ وَتَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ۔ یعنی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے۔ یہ نظر کا حکم ہی نہیں اس لئے کہ حرہ از سرتاپا واجب الستر ہے۔ سوائے خاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر بضرورت شدیدہ مثل معالجہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔ یعنی جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر شرط حفظ امن و عدم شہوت بھی بے کار ہے۔ بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت از سر تا پا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر میں ہے مِنَ الزِّيْنَةِ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ هِيَ الثِّيَابُ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ الْكُحْلُ وَالْخَاتَمُ وَالْخِضَابُ فِي الْكَفِّ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں زینت ظاہرہ سے مراد کاجل سرمہ انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے پھر فرماتے ہیں: فَمَا كَانَ مِنَ الزِّيْنَةِ الظَّاهِرَةِ يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ الْاَجْنَبِيِّ النَّظْرُ اِلَيْهِ لِلضَّرُوْرَةِ مِثْلُ تَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ وَنَحْوِهِ مِنَ الضَّرُوْرِيَّاتِ اِذَا لَمْ يَخَفْ فِتْنَةً وَّشَهْوَةً فَاِنْ خَافَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَّ الْبَصَرَ۔ مطلب یہ ہے کہ جو ظاہری زینت ہے (بقول ابن مسعود) کپڑا ہے اور (بقول ابن عباس) کاجل، مہندی، انگوٹھی جو زینت ظاہرہ میں ہے۔ اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورت دیکھ سکتا ہے مثل معالجہ وتحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت و فتنہ کا خوف نہ ہو اور اگر دیکھنے میں فتنہ و شہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے اور زینت ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے (بحر الرائق)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَلْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اِحْدٰى عَيْنَيْهَا۔ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْمُرَادُ مِنْهَا خُفُّهَا وَمُلَاءَتُهَا وَاسْتَدَلَّ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ بِهِنَّ يَصِيْدُ الرِّجَالَ وَقَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ یعنی صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آیۂ کریمہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد زینت ظاہری ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے یعنی بضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم وچہرہ اور سر کو پوشیدہ کرکے دیکھیں۔ سب سے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں مراد زینت سے آیۂ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے یعنی موزے اور اوپر کی چادر اور وہ اسس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے مردوں کا شکار کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا۔ میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کے لئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا۔ یعنی عورتیں محل فتنہ ہیں۔ اور اجانب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے لہذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً محجوب و مستور رکھنا چاہیے تاکہ فتنہ رکا رہے جائے غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرمائیں اور ہم اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جائیں۔ حالانکہ علمائے عظام نماز پنجگانہ کے لئے مومنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ بدائع جلد اول صفحہ ۱۵۰ میں ہے وَلَا يُبَاحُ لِلشَّوَابِ مِنْهُنَّ الْخُرُوْجُ اِلَى الْجَمَاعَةِ بِدَلِيْلِ مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ نَهَى الشَّوَابَ عَنِ الْخُرُوْجِ وَلِاَنَّ خُرُوْجَهُنَّ اِلَى الْجَمَاعَةِ سَبَبُ الْفِتْنَةِ وَالْفِتْنَةُ حَرَامٌ وَمَا اَدّٰى اِلَى الْحَرَامِ فَهُوَ حَرَامٌ۔ یعنی جوان عورتوں کو جماعت مسلمین میں نکلنا جائز نہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا اسس لئے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف لیجاتی ہو وہ حرام ہے۔ لہذا عورت کا مسجد میں ادائے نماز کو بھی آنا حرام ہے۔

کفایہ میں ہے وَجَرٰى فِيْ مَجْلِسِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمًا مَا خَيْرٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ فَلَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ اِلٰى بَيْتِهٖ اَخْبَرَ فَاطِمَةَ فَقَالَتْ خَيْرٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ اَنْ لَا يَرَوْنَهُنَّ وَخَيْرٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ اَنْ لَا يَرَيْنَهُمْ فَلَمَّا سَمِعَ اَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ قَالَ هِيَ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ۔ یعنی ایک روز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس اقدس میں یہ بحث تھی کہ مستورات سے مردوں کے لئے کس

طرح بہتری مل سکتی ہے اور مردوں سے مستورات کو کس طرح ؟ اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورتوں کے حق میں بہتری اس میں ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے دربار رسالت میں کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھِیَ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ (ایسا کیوں نہ فرمائیں) وہ میری لخت جگر ہیں۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے محجوب و مستور رہنے میں دارین کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔

انہی حدیثوں کی بنا پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا سے چہرہ اور ہاتھ مراد نہیں لئے بلکہ صاف طور پر فرما دیا کہ مستثنیٰ زینت ظاہرہ یعنی برقع و چادر وغیرہ ہے۔

اس کے بعد صاحب کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں فَدَلَّ اَنَّہٗ لَا یُبَاحُ النَّظَرُ اِلٰی شَیْءٍ مِّنْ بَدَنِھَا وَلِاَنَّ حُرْمَۃَ النَّظَرِ لِخَوْفِ الْفِتْنَۃِ وَعَامَّۃُ مَحَاسِنِھَا فِیْ وَجْھِھَا فَخَوْفُ الْفِتْنَۃِ فِی النَّظَرِ اِلٰی وَجْھِھَا اَکْثَرُ مِنْہُ اِلٰی سَائِرِ الْاَعْضَاءِ یعنی احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورت اجنبیہ کے کسی حصہ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں کیونکہ حرمت نظر کی علت فتنہ و فساد ہے اور تمام حسن و جمال اور کمال خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضا کے زیادہ موجب فتنہ و فساد کا ہوا لہٰذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔ وَبِنَحْوِ ھٰذَا اِسْتَدَلَّ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَلٰکِنَّھَا تَقُوْلُ صِحَّۃً لَا تَجِدُ بُدًّا مِّنْ اَنْ تَمْشِیَ فِی الطَّرِیْقِ وَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ تَفْتَحَ اِحْدٰی عَیْنَیْھَا لِتُبْصِرَ الطَّرِیْقَ فَجَوَّزَ لَھَا اَنْ تَکْشِفَ اِحْدٰی عَیْنَیْھَا لِھٰذِہِ الضَّرُوْرَۃِ وَالثَّابِتُ بِالضَّرُوْرَۃِ لَا تَعْدُوْ مَوْضِعَ الضَّرُوْرَۃِ۔ یعنی اسی قسم احادیث سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشف وجہ کی حرمت پر استدلال

کیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کے لئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہٰذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلے تاکہ راستہ نظر آجائے۔ پس قطع طریق کے لئے ام المومنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت (ضرورت کے وقت) اجازت عطا فرمائی اور جو چیز کسی خاص ضرورت کے لئے جائز قرار دی گئی ہو۔ اس کو قدرِ ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ان صاف و صریح ارشادات فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانکنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجب فساد اور محل فتنہ اور وجہ فریفتگی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، قد و قامت کتنے ہی موزوں ہوں۔ رفتار و گفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو لیکن آنکھ ہی اور ناک ہی پھٹکار برستی ہے۔ گو کوئی عضو بھی سجیلا (خوب صورت) نہ ہو مگر چہرہ زیب جلاب نظر ہو۔ پھر دیکھیئے ہجوم نگاہ سے بچا چہرانا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ عورت سرتاپا مرصع ہو لیکن ناک نہ ہو یا چشم نرگسیں نہ ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذب نظر ہے۔ صراحی دار گردن ہے، سیمیں ذقن ہے، خندہ پیشانی ہے۔ تو اس کو دیکھ کر راہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چہرہ پر ہتیلا چڑھا کر عورت برہنہ ہو جائے تو اس کا ہر عضو مکروہ نظر آئے گا اور تمام جسم پر دھجیاں لپٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش و نگار قابل پرستش نہیں لیکن حسن پرست چہرے کے پرستار نظر آتے ہیں غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا و فریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پرفتن زمانہ میں نمائشی لیڈر بعض نام نہاد خوشامد ملّا بھی لیڈروں سے دب کر خود غرض و مطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی غلط کاریوں کو بھی مطابق شریعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک زور صرف کر رہے ہیں اور روایات فقہیہ کی قطع و برید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں۔ قید عدم شہوت و عدم فتنہ سے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد چہرہ دیکھنے سے وابستہ ہے اور اسی چہرہ کی ستر شعار نظ ... کے سبب سکتے ہیں کہ بعض مدینا

کو مدارس سے معطل ہونا پڑا۔ وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْإِشَارَةُ (عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہے)۔

اعتراضات مع جوابات

آج کل اخباروں میں رفع حجاب پر مفصلہ ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ جن میں چہرہ ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رکھنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ذخیرۃ العقبے اور سراجیہ سے منقول ہے اَلنَّظْرُ اِلَی الْاَجْنَبِيَّاتِ فَنَقُوْلُ يَجُوْزُ النَّظْرُ اِلٰى مَوَاضِعِ الزِّيْنَةِ الظَّاهِرَةِ مِنْهُنَّ وَذٰلِكَ الْوَجْهُ وَالْكَفُّ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَذَا فِي الذَّخِيْرَةِ وَاِنْ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّهٗ يَشْتَهِيْ فَهُوَ حَرَامٌ "مطلب یہ ہے کہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ مواضع زینت ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کف دست ہے اور اگر ظن غالب ہو شہوت کا تو دیکھنا دکھانا حرام ہے۔

جواب: اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوف شہوت و فتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمان شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اب قابل غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے یا کہ اجازت؟

فتاویٰ سراجیہ میں ہے اَلنَّظْرُ اِلٰى وَجْهِ الْاَجْنَبِيَّةِ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَنْ شَهْوَةٍ لَيْسَ بِحَرَامٍ لٰكِنَّهٗ مَكْرُوْهٌ "یعنی اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے؟

جواب: اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوف شہوت اور نظر بد ہو۔ تو اظہار حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

قہستانی میں ہے يَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الْحُرَّةِ الْاَجْنَبِيَّةِ اِلَى الْوَجْهِ وَهٰذَا فِيْ زَمَانِهِمْ وَاَمَّا فِيْ زَمَانِنَا فَمُنِعَ مِنَ الشَّابَّةِ یعنی مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانہ صحابہ و تابعین میں تھی۔ مگر ہمارے زمانے میں جوان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے؟

جواب: علامہ قہستانی اپنے زمانہ کی نسبت فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوا۔ اللہ تعالیٰ انصاف عطا کرے۔

شامی میں ہے۔ وَشُرِطَ لِحِلِّ النَّظَرِ اِلَيْهَا الْاَمْنُ بِطَرِيْقِ الْيَقِيْنِ عَنِ الشَّهْوَةِ یعنی اجنبیہ کے چہرے کی طرف اس شرط سے دیکھنا جائز ہے کہ امن شہوت یقینی ہو۔ یعنی نظر بد اور خیال فاسد کا شائبہ بھی نہ ہو؟

جواب: کیا آج کوئی ایمان سے کہہ سکتا ہے کہ ہم صاف باطنی سے غیروں کے چہروں کی طرف دیکھتے ہیں؟

ہدایہ میں ہے اِنْ كَانَ لَا يَاْمَنُ الشَّهْوَةَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهَا اِلَّا لِحَاجَةٍ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ نَظَرَ اِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِيْ عَيْنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاِذَا خَافَ الشَّهْوَةَ لَمْ يَنْظُرْ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ تَحَرُّزًا عَنِ الْحَرَامِ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر شہوت سے بے خوف نہ ہو۔ تو اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف ہرگز نہ دیکھے مگر کسی خاص حاجت سے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ جس نے اجنبیہ کے محاسن وخوبی کی طرف نظر شہوت سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بروز قیامت سیسہ گلا کر ڈالا جائے گا؟

جواب: اس سے تو ہمارا دعویٰ صاف ثابت ہے۔

علامہ شامی بحوالہ تاتارخانیہ ایک اور عبارت نقل فرماتے ہیں جو ما نحن فیہ (ہمارے نظریہ) کی مؤید ہے اِنّ فِي التَّاتَارْخَانِيَّه وَفِيْ شَرْحِ الْكَرْخِيِّ اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ الْاَجْنَبِيَّةِ الْحُرَّةِ لَيْسَ بِحَرَامٍ وَلٰكِنَّهٗ يُكْرَهُ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَظَاهِرُ الْكَرَاهَةِ وَلَوْ بِلَا شَهْوَةٍ وَاِلَّا فَحَرَامٌ اَيْ اِنْ كَانَ عَنْ شَهْوَةٍ حَرَامٌ وَاَمَّا فِيْ زَمَانِنَا فَمُنِعَ مِنَ الشَّابَّةِ لَا لِاَنَّهٗ عَوْرَةٌ بَلْ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ۔ یعنی تاتارخانیہ اور شرح کرخی میں ہے کہ اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ مکروہ تب ہے جبکہ بلا شہوت ہو۔ ورنہ حرام ہے۔ یعنی اگر

بہ شہوت ہو تو حرام ہے لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا بوجہ خوف فتنہ و شر کے ممنوع ہے۔

ناظرین! جملہ "مگر ہمارے زمانہ میں بوجہ خوف فتنہ جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے" کی طرف نظر انصاف سے غور فرمائیں۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے حُرِّمَ النَّظَرُ اِلٰی وَجْہِھَا وَوَجْہِ الْاَمْرَدِ اِذَا شَکَّ فِی الشَّھْوَۃِ قَالَ مَشَایِخُنَا تُمْنَعُ الْمَرْأَۃُ الشَّابَّۃُ مِنْ کَشْفِ وَجْہِھَا بَیْنَ الرِّجَالِ فِیْ زَمَانِنَا لِلْفِتْنَۃِ یعنی اجنبی عورت اور خوب صورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اگر خوف شہوت ہو مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔

الغرض مندرجہ بالا نصوص قرآنیہ۔ احادیث نبویہ اور عبارات فقہیہ سے عورتوں کے کھلے منہ پھرنے کی حرمت و ممانعت ظاہر و باہر ہو چکی ہے اور ان کے منہ چھپا رکھنے کی غرض معلوم ہو گئی ہے اور حق و باطل کا امتیاز بوجہ احسن ہو گیا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ یا ضمیر پر ہے۔ انصاف کیجئے اور اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے۔

....

باب چہارم

پردہ اور اس کے اقسام

مسلمان عورت جو آزاد ہو، زر خریدیا باندی نہ ہو بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جوان ہو یا بوڑھی۔ اس کے لئے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں :۔

ایک یہ کہ بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک سوائے پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

دوسرے یہ کہ چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے۔ اور یہ درمیانے درجے کا پردہ ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

ادنیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت اللہ تعالیٰ سورہ نور رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ یعنی عورتیں اپنے زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے غالباً کھلا ہی رہتا ہے جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پیروں کو قیاساً اس میں داخل کیا گیا ہے۔

ابوداؤد میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ یَّصْلُحْ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَھٰذَا

وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ یعنی اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو سوائے اس کے اور اس کے (اس سے حضرت نے اپنے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا) اور کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔

اوسط درجہ کے پردہ کا ثبوت اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط یعنی عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

صحیحین میں مروی ہے قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدٰنَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا یعنی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو عید کی نماز کو کیونکر جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر اوڑھادے۔

ابوداؤد میں مروی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرْخِي الْمَرْاَةُ الْاِزَارَ شِبْرًا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَذِرَاعًا ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت اپنی ازار کو پنڈلی سے ایک بالشت نیچے لٹکائے تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے پیر کھلے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا تو ایک ہاتھ بھر لٹکا لیا کرے۔

اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت اللہ تعالیٰ سورہ احزاب رکوع چار میں ارشاد فرماتا ہے وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ یعنی اے بیبیو! تم اپنے گھروں میں رہا کرو۔

پھر اسی سورت کے رکوع ۷ میں حکم ہے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لئے مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو۔

اور سورہ طلاق میں یوں فرمان نازل ہوا، لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ یعنی عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ سَلَمَةَ وَمَيْمُوْنَةَ

اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ (رواه احمد والترمذی والبوداؤد) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ اور میمونہ سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو یعنی عبداللہ بن ام مکتوم نابینا سے ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا تو پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا پھر تم بھی اندھی ہو۔ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔

صحیح بخاری میں ہے: ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبی منه لما رای من شبهه لعتبة یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ تم اس سے یعنی زمعہ کے باندی زادہ سے پردہ کرو۔

حالانکہ آپ نے فیصلہ یہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زمعہ ہی کا ہے کیونکہ اس کی باندی کے بطن سے ہے۔ مگر سودہ کو اس سے پردے کا اس لئے حکم دیا کہ حضرت نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت زیادہ پائی۔ اور عتبہ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قانون شریعت سے رد کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دیکھا۔

ترمذی میں ہے اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ یعنی عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ اور اس کے درپے ہوتا ہے۔

ہر سہ اقسام پردہ کے وجوب کے مواقع

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب و لازم ہونا ثابت ہو گیا اور نیز یہ کہ شریعت نے ان سب درجوں کے مطابق پردے کا حکم دیا ہے البتہ ان میں اتنا تفاوت ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں

درجات کے تفاوت سے نفس وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسا فرض اعتقادی اور فرض عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر فرض دونوں ہیں اور نفس فرضیت دونوں میں موجود ہے۔

چونکہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے۔ اس لئے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ چونکہ عارض کی وجہ سے واجب ہے۔ اس لئے ان کے واجب ہونے کا مدار اس عارض ہی پر ہے جہاں وہ عارض موجود ہوگا وہاں یہ درجے واجب ہوں گے اور جہاں عارض موجود نہ ہوگا۔ وہاں یہ درجے بھی واجب نہ ہوں گے۔ اور وہ عارض فتنہ کا اندیشہ ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ یعنی جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (ع ۴ پ ۲۲) یعنی جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہوس کرنے لگے گا۔

اب رہی یہ بات کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے۔ اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی۔ بلکہ قرآن مجید میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ (سورہ نور رکوع ۸)

یعنی اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو۔ ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں۔ جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ جو بوڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہ رہیں۔ ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں۔ جس سے مراد تمام بدن ہے۔ ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔

پس بوڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں۔ جن سے منہ ہاتھ چھپایا جاتا ہے جیسے برقع اور چادر۔ تو اس میں گناہ نہیں اگر یہ بڑی بوڑھی عورتیں اس سے بھی پرہیز کریں۔ اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں۔ تو مستحب ان کے لئے بھی یہی ہے وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ کا مطلب یہی ہے۔

اس آیت نے بتلا دیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے۔ جو نکاح کے قابل نہیں رہیں۔ اور ان کے سوا جوان اور ادھیڑ عورتوں سے اندیشہ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی۔ بلکہ ان میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض ہے۔ جس پر دوسرے اور تیسرے درجے کے پردے واجب ہونے کا مدار تھا۔

جب شارع نے جوان اور ادھیڑ عورتوں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے۔ تو اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (سورۃ احزاب)

یعنی کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔ یعنی اختیار باقی نہ رہے گا بلکہ اس پر عمل کرنا ہی واجب ہوتا ہے۔

یہ تفاوت تو ان درجوں میں احتمال فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے اعتبار سے تھا۔ کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں احتمال فتنہ شرط ہے

ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لئے اول اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ ہر دو کے ان تینوں درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت کے مواقع ان سے مستثنٰے ہیں

جس کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے :

عن عائشۃ قالت خرجت سودۃ بعد ما ضرب الحجاب لحاجتھا الی قولھا فقالت یا رسول اللہ انی خرجت لبعض حاجتی فقال لی عمر کذا وکذا یعنی اما واللہ ما تخفین علینا

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد سودہ رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لئے نکلیں (پھر کچھ قصہ اس کا بیان کر کے فرمایا کہ) سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اپنی ایک حاجت کے لئے باہر نکلی تھی تو مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ایسا کہا یعنی یوں کہا کہ اے سودہ خدا کی قسم تم ہم سے چھپ نہیں سکتیں۔

مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہیے کیونکہ تم چادر برقع پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں سکتیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی اجازت تم کو دے دی ہے۔

مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کون سی ضرورت کس درجہ میں مؤثر ہے اور کس درجہ میں مؤثر نہیں۔ چنانچہ پہلا درجہ جو کہ جوان، ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر واجب ہے اس سے بہت سخت مجبوری کی مستثنیٰ ہے۔ جیسے علاج معالجہ کی ضرورت یعنی بغیر ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جوان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ بوڑھی عورتوں کو اور دوسرے درجے سے جو کہ صرف جوان اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے بوڑھیوں پر واجب نہیں۔ سخت مجبوری کی صورت مستثنیٰ ہے۔ گو بہت سخت مجبوری نہ ہو۔ یعنی بعض مردوں کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہوگا گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو بدون سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولنا حرام ہوگا۔ چنانچہ درمختار میں ہے : وَتُمْنَعُ الشَّابَّۃُ وُجُوْبًا عَنْ کَشْفِ الْوَجْہِ بَیْنَ الرِّجَالِ لَا لِاَنَّہٗ عَوْرَۃٌ بَلْ لِخَوْفِ الْفِتْنَۃِ ۔ یعنی اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے

چہرہ کھولنے سے وجوب کے درجہ میں منع کیا جائے گا۔ نہ اس وجہ سے کہ چہرہ بالذات ستر میں داخل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے تو ستر للعارض ہوا۔

سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہوگا۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے۔ جیسے اجنبی مرد کا اس کو چھونا یا اجنبی مرد کو گھورنا یا اجنبی مرد کے ساتھ بیٹھنا ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے اور اس سخت مجبوری کی صورت میں اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس سے عورت کو گناہ نہ ہوگا۔

حدیث میں جو آیا ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ (مشکوٰۃ شریف) یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جو دیکھا جائے" تو یہ لعنت عورت پر اسی صورت میں ہے جب کہ اس نے بدوں سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو۔ ورنہ اگر سخت مجبوری سے اس نے کھولا اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس عورت کو گھورنے سے گناہ نہ ہوگا۔ اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے گو سخت مجبوری کی صورت نہ ہو۔ مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو۔

اس مجبوری کے معنی یہ ہیں کہ اگر گھر سے یا پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے۔ ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جوان اور ادھیڑ عورتوں کے لئے جائز ہوگا اور بدوں ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہوگا۔

اس دوسرے اور تیسرے درجے کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی ہے۔ اس میں چونکہ فتنہ کا بھی احتمال ہے۔ گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کر دی گئی اور تنگی نہیں کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ خاص خاص احکام سے اس کا انسداد بھی کر دیا گیا۔ مثلاً عورتوں کو عطر و خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا یعنی عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی و ابوداؤد)

ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلْيَخْرُجْنَ

وَهُنَّ تَفِلَاتٌ یعنی لیکن عورتوں کو میلے کچیلے کپڑوں میں ضرورت کے وقت باہر نکلنا چاہیے۔

خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ بوڑھی عورتوں پر پہلا درجہ تو واجب ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ مستحب ہے اور بہت سخت مجبوری کی حالت میں پہلے درجہ میں بھی جو کہ واجب ہے کچھ سہولت و وسعت کر دی گئی اور ادھیڑ اور جوان عورتوں کے لئے پہلا درجہ بھی واجب ہے اور بہت سخت مجبوری میں اس میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ بھی ان پر واجب ہے اور بہت سخت مجبوری سے کم درجہ کی مجبوری اور ضرورت کے مواقع میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ثابت ہے یعنی مجبوری کی حالت میں گو بہت سخت مجبوری نہ ہو، چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا اجنبی کے سامنے ان کو جائز ہے بشرطیکہ فتنہ و فساد کے احتمال کا انسداد بھی کر لیا جائے۔ یعنی سر، کلائی اور پنڈلی وغیرہ کے کھولنے سے پرہیز ہے۔ اسی طرح زیب و زینت کے ساتھ اجنبی کے سامنے آنا حرام ہو گا۔ اور اگر سخت مجبوری کے درجہ سے کم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو تو اس صورت میں برقع کے ساتھ باہر نکلنا جوان عورت اور ادھیڑ عورت کو جائز ہے مگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھولنا حرام ہو گا اسی طرح زیب و زینت کے کپڑے پہن کر نکلنا حرام ہو گا۔

پردہ کے مواقع وجوب کی تعیین اور مستثنیات

جن احکام کا مدار اندیشہ فساد و فتنہ کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے یا ضرورت کے ہونے یا نہ ہونے پر ان میں حالات کے بدلنے سے یا ایک ہی حالت میں رائے کے اختلاف سے حکم شرعی بدل سکتا ہے اور اس قسم کے احکام دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں ہیں۔ کیونکہ پہلے درجہ میں تو شریعت ہی نے خود اس کی تعیین کر دی ہے کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور ضرورت کا درجہ کون سا ہے۔ اس میں کسی کی رائے اور فہم کا کوئی دخل نہیں۔ مگر جن احکام میں رائے اور فہم کو دخل ہے۔ ان میں اس کا فیصلہ کرنے کا حق کہ فتنہ کا اندیشہ ہے یا نہیں اور ضرورت کا تحقق ہے یا نہیں۔ ان ہی کو ہے جن میں فتویٰ دینے کی لیاقت و قابلیت موجود ہو اور اس کے ساتھ ان کی رائے اور فہم بھی صحیح ہو۔ نااہلوں کی بات اس بارے میں

ہرگز نہ سنی جائے گی۔

غرض حالات کے بدلنے یا رائے کے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ احکام شرعیہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پایا جائے تو یہ حکم ہے نہ پائی جائے تو دوسرا حکم ہے۔ اب حالات یا رائے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے۔ جس نے قید کو موجود پایا، ایک حکم کر دیا جب اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کر دیا اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے لئے مساجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہو جانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے۔ جس کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَتِ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ (رواہ مسلم)

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرما لیتے۔ جو عورتوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہے تو یقیناً آپ ان کو مساجد و عیدگاہ میں جانے سے روک دیتے جیسا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اخیر وقت میں عورتوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے کہ وہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ جایا کریں چنانچہ ارشاد ہے:

صَلٰوةُ الْمَرْاَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلٰوتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ بَيْتِهَا (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یعنی عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے۔

مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب پر اکتفا فرمایا۔ سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا۔ کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں اور عام طبائع میں نیکی کا غلبہ اور شر کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پر حالت بدل گئی۔ جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا اور اسی قاعدے پر فقہائے متاخرین کا یہ فتویٰ مبنی ہے۔ جس میں انہوں نے بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل ٹھیرایا ہے وَيُكْرَهُ الْخَلْوَةُ بِالصِّهْرَةِ الشَّابَّةِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ یعنی اور جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ اِحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَاسَوْدَةُ یعنی حضور نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا۔ جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے کیونکہ وہ باندی زادہ شرعاً سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔

غرض فقہا کا فتویٰ نص کا مقابلہ اور حکم شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علت پر نظر کر کے اس فتویٰ میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے اور اسی کی نظیر فقہا کا یہ قاعدہ ہے کہ علت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جس کا اعتبار مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْبِ کے بارے میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مالدار نو مسلموں کو باوجود مالدار ہونے کے محض دلجوئی کی غرض سے زکوٰۃ وغیرہ میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ حضور کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا کیونکہ اب ان مالداروں کی دلداری اور دلجوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی جبکہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا۔

غرض اسی قاعدے پر امام صاحب اور صاحبین کا یہ اختلاف مبنی ہے کہ امام صاحب نے بوڑھی عورتوں کے لئے صرف صبح اور مغرب و عشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے اور صاحبین نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے اور ہر ایک قول کی جدا علت بیان کی گئی ہے اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کے لئے بالاتفاق سب اوقات میں ممانعت ہے (ہدایہ)۔

باب پنجم

پردے کے متفرق احکام

اسلام سے پیشتر پردے کی حالت ایام جاہلیت میں ملک عرب میں پردے کا بالکل ہی رواج نہ تھا۔ شرفا کی بہو بیٹیاں لباس پاکیزہ اور زیورات فاخرہ پہن کر کھلم کھلا بازاروں میں پھرا کرتی تھیں۔ کسی طرح کی حیا اور شرم نہ تھی۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے نبوت میں بھی یہی حالت تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ لِأَنْظُرَ إِلٰى لَعِبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ أَجْلِيْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَنَا الَّتِيْ أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا اور حبشی مسجد میں برچھیوں کے ساتھ کھیلتے تھے (اس لئے کہ ان کا کھیلنا برچھیوں سے سامان جہاد سے تھا لہذا وہ تیراندازی کی طرح عبادت ہوا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے ساتھ میرا پردہ کر رہے تھے تاکہ میں حضرت کے کندھوں اور کانوں کے درمیان سے ان کے کھیل کی طرف دیکھوں پھر حضرت میری خاطر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود ہی اور بس نہ کیا آپ نہ پھرے۔ پس اندازہ کرو۔ نادے

مقدار کھڑے رہنے لڑکی سے کہ صغیر سن حرص کرنے والی کھیل پر ہو دیکھی خیال کرو کہ لڑکیاں خوردسال کس قدر حریص ہوتی ہیں کھیل کے دیکھنے پر اس قدر میں کھڑی رہی اور حضرت بھی میری خاطر کھڑے رہے

مخالفین پردہ کے ایک زبردست اعتراض کا جواب

اس واقعہ سے دنیا پرست ملاؤں نے اپنے دعوے کی تائید میں جناب صدیقہ پر بھی (العیاذ باللہ) نامحرم کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے کرتب یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں۔ چنانچہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:-

وَالٰاتِہِمْ لَا اِلٰی ذَوَاتِہِمْ اِذْ نَظَرُ الْاَجْنَبِیَّۃِ اِلَی الْاَجْنَبِیِّ غَیْرُ جَائِزٍ۔	یعنی ان کے آلات (تلوار وغیرہ) کی طرف دیکھتی تھی ان کے جسم کی طرف نہیں اس لئے کہ عورت اجنبیہ کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

جو لوگ کرتب دکھاتے ہیں یا پھری گتکہ پٹا لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلوار اور اطراف بدن پر ہوتی ہیں۔ اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکات و آلات کی طرف۔ بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ام المومنین لہو و لعب میں کیوں مصروف تھیں اس کا جواب امام قسطلانی نے یہ دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعت وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرتب تھے۔ اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ ان تلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں:-

لَعَلَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَرَکَہَا تَنْظُرُ اِلٰی لَعِبِہِمْ لِتَضْبِطَہٗ وَتَنْقُلَہٗ لِتُعَلِّمَہٗ بَعْدُ۔	شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو دیکھنے کی اجازت دیدی تاکہ وہ انکے کھیل کو دیکھ کر اسے اچھی طرح یاد رکھ لیں اور اس طریقہ کی نقل کریں اور سکھیں۔

اور علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں:-

فِيهِ جَوَازُ اللَّعِبِ بِالسِّلَاحِ
لِلتَّدْرِيبِ عَلَى الْحَرْبِ وَ
التَّنْشِيطِ عَلَيْهِ وَجَوَازُ نَظَرِ
النِّسَاءِ إِلَى فِعْلِ الْأَجَانِبِ وَ
وَأَمَّا نَظَرُهُنَّ إِلَى وَجْهِ
الْأَجْنَبِيِّ فَإِنْ كَانَ بِشَهْوَةٍ
فَحَرَامٌ اتِّفَاقًا وَإِنْ كَانَ
لِغَيْرِهَا فَالْأَصَحُّ التَّحْرِيمُ
وَقِيلَ كَانَ هَذَا قَبْلَ
نُزُولِ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ
يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ.

اس میں اسلحہ کیساتھ لڑائی کرنے کی تربیت
دینے اور اس پر جرأت دلانے کا جواز ہے
اور اجنبیوں کے کام کی طرف عورتوں کے
دیکھنے کا بھی جواز ہے لیکن اجنبی کے چہرے
کی طرف دیکھنا۔ اگر شہوت کیساتھ ہو تو
بالاتفاق حرام ہے اور اگر شہوت کے بغیر ہو
تو پھر بھی صحیح یہی ہے کہ حرام ہے۔ اور بعض
نے کہا ہے کہ یہ واقعہ آیت قل للمؤمنات الخ
(اے نبی مومن عورتوں سے فرما دو کہ وہ اپنی
نگاہیں نیچی رکھا کریں) کے نزول سے
پہلے کا ہے۔

یعنی اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے ایک تو تلوار وغیرہ آلات حرب سے کھیلنے کا جواز تاکہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔

ثانیاً عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا۔ لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلاشہوت بھی بنا بر قول اصح حرام ہے۔

مظاہر حق میں ہے کہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قبل نزول حجاب کا ہے اس قول کی بنا پر تو مخالفین پردہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اگر امام قسطلانی کے قول کو اختیار کیا جائے۔ کہ یہ واقعہ بعد نزول حجاب کا ہے۔ تب بھی مخالف کو اصلاً مفید نہیں۔ جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے

بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے:

كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ
امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ

یعنی فضل بن عباس حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت سواری پر
سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر

الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ	آتی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے
اِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	تھے۔ اور وہ ان کی طرف تو حضور نے فضل
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ	کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔
الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ ا ھ	....

پس اگر اجانب مرد و زن کو چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور کیوں فضل کا چہرہ پھیرتے اور دوسری طرف کرتے۔

اسلام میں پردہ کی ابتدا

پردہ کا سب سے پہلا حکم ۵ ہجری میں نازل ہوا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ کہ مومنین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ اور کوئی ضروری بات کہنی ہو تو پس پردہ کہیں۔ جس کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے دروازوں پر پردے ڈلوا دیئے جو اس سے پہلے نہ تھے اور غیر محرم کو اندر جانے سے منع کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جو عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا چچا زاد تھا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے سے روکا تھا جس پر وہ ناراض ہو گیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے آپ کی ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم ہوا جیسے کہ سورۃ احزاب رکوع میں ہے:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ	اے پیغمبر کہہ دیجیے اپنی بیویوں سے اور صاحبزادیوں
وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ	سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے
یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ	کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی
جَلَابِیْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ	اپنی چادریں۔ اس سے جلدی پہچان ہو
یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط	جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔

شانِ نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شہر کے اندر پاخانہ نہ ہونے کے باعث شریف زادیوں کو بھی قضائے حاجت کے لیے نکلنے سے شہر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ بدکردار لوگ وغنڈے اعوام کیا خواص عورتوں کو بھی آتے جاتے دیکھ کر ان سے ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ تم کیوں شرفا زادیوں سے ہنسی کرتے ہو تو وہ کہتے کہ ہم ان کو لونڈیاں سمجھے ہیں ورنہ ہماری مجال نہیں۔

ایک دفعہ سودہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کو قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ سودہ رضی اللہ عنہا جسم کی بھاری بھرکم تھیں فوراً پہچانی گئیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسے سودہ رضی اللہ عنہا تم فوراً پہچانی جاتی ہو۔ ذرا سمجھ کر گھر سے آیا کرو۔ پس جب وہ باہر سے گھر تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام قصہ عرض کیا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی۔ اور یہ آیتیں اتریں۔

"اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی بیبیوں سے اور صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔"

مطلب یہ کہ ضرورت کے باعث قضائے حاجت کے لئے شہر سے باہر جانا تو جائز ہے لیکن گھونگھٹ نکال لیا کرو تاکہ لوگ پہچان لیں کہ شریف زادی ہے لونڈی باندی نہیں بلکہ پہچان لیں کہ نیک بخت ہے بدکار نہیں تو پھر نہ کوئی ان سے الجھے گا۔ نہ ان کو کوئی چھیڑے گا۔

اس آیت شریفہ میں تعلیم ہے گھر سے باہر نکلنے کے ضابطے کی جو کسی ضرورت سے واقع ہو۔ کہ اس وقت بھی بے پردہ نہ ہو بلکہ اپنی چادر کا پلہ اپنے چہرے پر لٹکائیں۔ تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آسکے۔ لہٰذا اب اس میں کلام نہیں ہے کہ چہرہ کا چھپانا ایک واجب شرعی ہے۔ نص قطعی و دلالت قطعی۔

امہات المومنین کو گھر میں پردے سے رہنے کا حکم

اللہ تعالٰے نے امہات المومنین کو پھر گھر سے باہر نکلنے کی بالکل ممانعت کر دی چنانچہ سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُوْلٰی

یعنی اور قرار رکھو اپنے گھروں میں اور اظہار کرتی نہ پھرو پہلے زمانہ جہالت کی طرح۔

(سورہ احزاب رکوع ۴)

جیسے کفر کی حالت اور اگلے زمانہ کی جاہلیت میں دستور تھا کہ عورتیں بے پردہ بناؤ سنگار دکھاتی پھرا کرتی تھیں۔ ایسا نہ کرو بلکہ پردہ میں بیٹھو اور گھروں میں قرار پکڑو۔

اس آیت میں گو خطاب ازواج مطہرات کو ہے لیکن سیاق و سباق میں اس کے متصل اگلے اور پچھلے کئی حکم عام ہیں مثلاً فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ یعنی دب کر بات نہ کہا کرو وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا یعنی اور کہا کرو معقول بات وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ یعنی اور قائم رکھو نماز وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ یعنی اور دیتی رہو زکوٰۃ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط یعنی اور فرمانبردار رہو اللہ اور اس کے رسول کی۔

پس اس صورت میں اس کو من کل الوجوہ خاص کہنا نہ صرف مستبعد بلکہ بعید از عقل ہے کیونکہ خود آیت ہی میں غور کرنے سے خصوصیت کا احتمال نہیں رہتا۔

جائے غور ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو جو مومنوں کی مائیں ہیں گھروں میں رہنے کا حکم ہوا ہے تو بھلا عام عورتوں کو تو بدرجۂ اولیٰ حکم ہوگا۔ کیونکہ ان میں فتنۂ عظیمہ کا احتمال ہے۔

عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے اور سڑکوں کے درمیان چلنے کی ممانعت

عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنا نہیں چاہیے اور نہ ہی سڑکوں کے بیچ میں چلنا چاہیے حدیث شریف میں ہے:۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ فِی الْخُرُوْجِ اِلَّا مُضْطَرَّۃً اِلٰی قَوْلِہٖ وَلَیْسَ لَھُنَّ نَصِیْبٌ فِی الطُّرُقِ اِلَّا الْحَوَاشِیْ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں واسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ عورتوں کیلئے رستوں میں چلنے کا کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

....

بغیر اجازت خاوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت

ہر ایک دین دار عورت کو ضروری ہے کہ وہ کسی آدمی

کو اپنے گھر میں آنے نہ دے۔ ہاں اگر خاوند سے اجازت لے لے تو پھر مضائقہ نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تَأْذَنَ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا اِلَّا بِاِذْنِہٖ وَلَا تَخْرُجُ وَھُوَ کَارِہٌ وَلَا تُطِیْعُ فِیْہِ اَحَدًا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی السنن

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں۔

اکیلی عورت کے گھر میں جانے کی ممانعت

اگر کوئی عورت اپنے گھر میں اکیلی رہتی ہو یا اس کا خاوند کہیں گیا ہوا ہو تو اس کے گھر میں جانا منع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلِجُوْا عَلَی الْمُغِیْبَاتِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنْ اَحَدِکُمْ مَجْرَی الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَمِنِّیْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ فَاَسْلَمُ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی ترمذی شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر داخل نہ ہو جن کے خاوند غائب ہیں اس لئے کہ شیطان تمہاری رگ رگ میں پھرتا ہے۔ ہم نے کہا اور آپ یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا اور میں بھی لیکن اللہ نے میری مدد کی ہے شیطان پر پس میں سلامت رہتا ہوں۔

(لفظ اَسْلَمُ صیغہ ماضی کے ساتھ بھی بعض روایات میں آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان مسلمان ہو گیا ہے)

غیر محرم مرد و عورت کا تخلیہ میں بیٹھنا ممنوع ہے

ایک ہی کمرے میں غیر محرم مرد اور عورت کا تنہا بیٹھنا ممنوع ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ (رواه الترمذی)

یعنی ترمذی شریف میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوگا۔

یعنی شیطان ان دونوں کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ ان کی شہوت کو جوش میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ دونوں کو زنا میں ڈالتا ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مرد و عورت کا تنہا جگہ بیٹھنا حرام ہے اور اگر پردہ نہ ہو تو عادت اور مشاہدہ شاہد ہے کہ ہرگز اس میں احتیاط نہ کی جائے گی۔ بالخصوص آج کل کے بے باک اور آزاد طبائع سے یہ امر یقینی ہے پس بے پردگی ذریعہ ہوگی اس تنہائی کی۔ اور یہ تنہائی حرام تو اس کا ذریعہ یعنی بے پردگی بھی حرام پس پردہ ضرور واجب۔

کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے پاس تخلیہ میں بیٹھے اور وہاں تیسرا شخص نہ ہو تو اس عورت کا مہر اس مرد پر پڑ جاتا ہے خواہ انہوں نے آپس میں سوائے گفتگو کے اور کوئی ناجائز کام نہ کیا ہو۔ مگر ان کی یہ خلوت صحیحہ زنا کے حکم میں ہوگی۔ پس جو لوگ اپنی چچا زاد بہن یا بیوہ چچی یا مامی یا ماموں زاد بہن وغیرہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھتے ہیں۔ وہ بھی اسی حکم میں ہیں۔ مگر اس زمانہ میں اس کا رواج عام ہے اس کو کوئی معیوب نہیں سمجھتا۔

سائل اور مسئول کو پردہ کرنے کا حکم

اگر کسی مرد کو کسی غیر محرم سے یا کسی عورت کو کسی غیر محرم مرد سے کچھ مانگنا ہو تو اس حالت میں بھی پردے کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ امہات المومنین کے ذکر میں سورۃ احزاب رکوع ۷ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا

یعنی اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے کوئی

فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۚ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۚ

چیز مانگنے لگو تو آڑ (پردے) کے پیچھے سے مانگو اس میں زیادہ پاکی ہے تمہارے دلوں کی بھی اور ان کے دلوں کی بھی۔

....

اس آیت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ حجاب جس کی حقیقت متعارف ہے بہت ضروری اور اہتمام کے قابل ہے۔ باوجودیکہ چیز مانگنا ایک گونہ ضرورت بھی ہے لیکن اس ضرورت کے ساتھ بھی بے پردگی کی اجازت نہیں ہوئی۔ بلکہ اس حالت میں بھی صیغۂ امر کے ساتھ جو شرعاً و عقلاً وجوب کو مفید ہوتا ہے حفاظت حجاب کا نصب کیا گیا۔ تو بھلا جہاں یہ ضرورت بھی نہ ہو یا اس سے خفیف ضرورت ہو۔ جیسے ہوا خوری یا توسیع معلومات دنیا۔ تو وہاں بے حجابی کی اجازت کب ہوگی؟

آنحضرتؐ سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی غیر محرم عورتیں پردہ کیا کرتی تھیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَوْمَتْ اِمْرَاَۃٌ مِنْ وَّرَاۗءِ سِتْرٍ بِیَدِھَا کِتَابٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

یعنی ابوداؤد اور نسائی میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں خط تھا اس نے پردے کے پیچھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

....

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اپنے سامنے نہ آنے دیتے تھے پس جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے پردہ کرائیں تو پھر ان سے بڑھ کر کون سا بزرگ یا پیر اور کون سا رشتہ دار نیک نظر ہو سکتا ہے۔ جس سے بے حجابی جائز ہو سکتی ہے۔

پردے کے سبب مطلقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت

جن عورتوں کو طلاق مل جاوے

سے ان کو سخت پردہ کرنے کا حکم ہے چنانچہ سورہ طلاق میں ارشاد ہوتا ہے :

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ....

یعنی ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو ان کے رہنے کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کھلی بے حیائی اختیار کریں (تو اور بات ہے) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو خداتعالیٰ کے ضابطوں سے آگے نکل گیا اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔

اس آیت میں طلاق والی عورتوں کو گھر میں رہنے اور رکھنے کی تاکید پائی جاتی ہے۔ اور اس حبس کو سزا کے لئے طلاق تو کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ اگر کسی صورت میں طلاق نازیبا ہے تو وہ فعل مرد کا ہے۔ عورت کو سزا کے لئے حبس کیوں دی جاتی ہے تو بالضرور کہنا پڑے گا۔ کہ عورت کی وضع فطری کا مقتضا یہی ہے کہ گھر میں رہا کرے اور یہ وضع اور یہ مقتضا قبل طلاق بھی اسی حالت پر تھا۔ لیکن طلاق کا اس میں دخل ہونا جیسا کہ آیت سے معلوم ہوا وہ نفس وجوب حجاب میں نہیں۔ بلکہ زیادت حجاب میں ہے اور وجہ اس زیادت کی یہ ہے کہ قبل طلاق چونکہ یہ عورت ایک مرد کے لئے نامزد تھی۔ اس لئے تمامین رشہوت کی طمع رکھنے والے) کی طمع کسی قدر منقطع تھی اور اب بوجہ آزاد ہو جانے کے طامعین کے قلوب میں زیادہ میلان ہو سکتا ہے اس لئے زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوئی۔ پس جو ضرورتیں جواز خروج کے لئے قبل طلاق کافی تھیں۔ اب ان کے مقابلہ میں موجبات حجاب میں زیادہ شدت ہو گی اور وہ سابق ضرورتیں جواز کے لئے ناکافی سمجھی جاتی ہیں۔

اعتراض : اگر کوئی یہ کہے کہ عدت کے گزر جانے کے بعد نکلنے کی کیوں اجازت ہے حالانکہ اس وقت اس طمع میں اور قوت ہو جاتی ہے؟

جواب : اس فرق کے دو سبب ہیں :

اوّل : یہ کہ اس وقت کی طمع کا تدارک نکاح سے ممکن ہے بخلاف حالت عدت کے کہ دوسرا نکاح بھی حرام ہے

دوم یہ کہ اس وقت کوئی اس کا کفیل نفقہ نہیں۔ اس لئے ضرورت کے لحاظ میں وسعت کی گئی مگر عدت میں طلاق دہندہ کے ذمہ اس کا نفقہ ہے لہٰذا اس وسعت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور اس تاکیدی حکم کو اور زیادہ موکد اس سے کیا گیا کہ اس کو منجملہ حدود الٰہیہ فرمایا اور تعدی حدود (حدود کو توڑنے) پر وعید سنائی۔

غرض صرف شرعی ضرورت سے جو بہت ہی شدید ہو اخراج کو گوارا کیا اور ماسوا ضرورت شدیدہ میں اصل حکم حبس فی البیوت ہی باقی رہا۔

عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا

عورت کو سر سے پاؤں تک پردہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطٰنُ (رواہ الترمذی)

یعنی صحیح ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت قابل ستر ہے یعنی سر سے پاؤں تک پوشیدہ رہنے کے قابل ہے۔ جب وہ اپنے پردہ سے نکلتی ہے یعنی جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے مردوں کی نظروں میں اچھا کر کے دکھلاتا ہے۔

......

......

......

غرض عورت کو ایسے پردے میں رہنا چاہیے۔ جیسے اعضائے مخصوصہ کو پردہ میں رکھا جاتا ہے اور جیسے اعضائے مخصوصہ کا لوگوں کے سامنے کھولنا معیوب اور گناہ ہے ایسے ہی عورت کا غیر محرم لوگوں کے سامنے ہونا مذموم اور جرم ہے۔

پردے کے بارے میں صحابہ کا دستور العمل

صحابہ کرام پردہ کرنے میں زیادہ سختی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مجالس الابرار میں مرقوم ہے:

کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَسُدُّوْنَ الثُّقْبَ دَ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ دیواروں کے جھروکوں اور سوراخوں کو بند

اَلْکُوٰی فِی الْحِیْطَانِ لِئَلَّا تَطَّلِعَ النِّسَاءُ عَلَی الرِّجَالِ۔

کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں۔

بوڑھی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم

بوڑھی عورتوں کو بھی ایک حد تک پردہ کرنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَھُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّھُنَّ (سورہ نور)

یعنی اور جو عورتیں ایسی ہار گئی ہیں کہ ان کو منکوحہ بننے کا احتمال بھی نہیں رہا یعنی جو بوڑھی ہیں اور نکاح کی توقع نہیں رکھتیں ایسیوں کو اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے خاص خاص کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کے مواقع ظاہر نہ کریں اور اس سے بھی بچیں تو اور بھی بہتر ہے

....

ان خاص کپڑوں سے مراد زائد کپڑے ہیں جن سے منہ اور ہاتھ وغیرہ چھپایا جاتا ہے کیونکہ بجز وَجہ (چہرہ) اور کفین (ہتھیلیاں) کے باقی بدن کا چھپانا تو جوان بوڑھی سب ہی کے واسطے فرض ہے۔ چنانچہ اسی آیت میں بھی یہ شرط لگا دی ہے غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ اور زینت میں سارا بدن داخل ہے باستثنائے مزدری اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کے جس کی تفسیر وجہ اور کفین ہے جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہے۔ پس وہ آیت اس آیت کی تفسیر ہو جاتے گی۔ زائد کپڑوں سے یقیناً وجہ اور کفین کے چھپانے والے کپڑے مراد ہوں گے۔

پھر اس میں تخصیص کی گئی بہت بوڑھی عورتوں کی جس سے صاف معلوم ہوا کہ جو عورت ایسی نہ ہو۔ بلکہ نکاح کے قابل ہو یعنی جوان ہو یا میانہ عمر ہو تو کسی کے سامنے ان زائد کپڑوں کے اتارنے کی اس کو بلا ضرورت اجازت نہیں تو وجہ اور کفین کا واجب الستر ہونا بدلالت واضحہ اس سے مفہوم ہوا۔ البتہ چونکہ ان کا وجوب ستر لغیرہ ہے۔ اور وہ غیر قواعد میں مرفوع ہے۔ لہذا ان کو انکشاف کی اجازت ہو گئی۔ لیکن اجازت ہی کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اس سے بھی بچیں تو اور بہتر ہے۔ جس سے متحقق ہو گیا کہ یہ

اجازت رخصت نہیں۔

پس جب بوڑھیوں تک کے لئے یہ حکم ہے تو بھلا نوجوان عورتوں کو کہاں اجازت ہو گی کہ وہ دور دور کے رشتہ داروں کے سامنے بے دھڑک آیا جایا کریں۔

پردہ کے متعلق فقہی مسائل

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کے منہ کو دیکھنا جائز ہے۔ اگرچہ شہوت کا خوف ہو مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے ایک روایت میں بشرط اذن جائز لکھا ہے (تبیین)۔

طبیب اور ختان کو جائز ہے کہ بیتہ مختونہ و مریضہ کی اندام نہانی پر نظر کرے جب کہ کوئی زن طبیبہ اور ختانہ نہ ملتی ہو اور مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ اس صورت میں طبیب کو لازم ہے کہ حتی المقدور آنکھ بند کر کے علاج کرے اور مریضہ کو بھی چاہیے کہ سوائے مرض کے مقام کے تمام بدن کو چھپائے رکھے لِاَنَّ مَا یَثْبُتُ بِالضَّرُوْرَۃِ یَتَقَدَّرُ بِقَدْرِہَا یعنی جو چیز ضرورت کے واسطے جائز ہوئی وہ ضرورت کے موافق ٹھہرائی جاتی ہے (مراجیہ)

تفسیر کبیر میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی اجنبیہ عورت پانی میں ڈوبتی ہوئی یا آگ میں جلتی ہوئی نظر پڑے تو اس کے نکالنے کے واسطے اس کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔

تعزیر کے وقت زن حرہ کنیزک کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت نوحہ کرنے والی کو درے سے مارا یہاں تک کہ اس کے سر سے برقع گر پڑا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! یہ عورت بے ستر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ شریعت میں اس کی حرمت ساقط ہو گئی۔ اب یہ باندیوں کی مانند ہے (آداب القاضی وغیرہ)

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت

اجنبی مردوں کو لازم ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کے حسن و جمال کو نہ دیکھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

اے میرے حبیب کہہ دے مسلمان مردوں سے کو نیچی رکھا کریں اپنی نظریں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی۔ یہ ان کے لئے پاکیزہ تر ہے بے شک اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہیں

غرض غیر محرم عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھنا ممنوع ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ جو شخص اجنبی عورت کی شکل و شمائل پر شہوت سے نظر ڈالے گا۔ قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

ہاں اگر اتفاق سے بغیر شہوت کے زینت ظاہرہ یعنی منہ اور ہاتھ پر نگاہ پڑ جائے تو مضائقہ نہیں لیکن دوبارہ نہیں دیکھنا چاہیے۔

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وساوس شیطانی کا پیدا ہونا

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وسوسہ شیطانی پیدا ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَّ تُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

عورتوں کو خوشبو مل کر گھر سے باہر جانے کی ممانعت

عورتوں کو خوشبو وغیرہ مل کر گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ بالخصوص غیر محرم مردوں کے پاس سے گزرنا اور بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا

یعنی نسائی شریف میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اِمْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا رِیْحَهَا فَهِیَ زَانِیَةٌ وَکُلُّ عَیْنٍ زَانِیَةٌ (رواہ النسائی وترغیب والترہیب)

علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت عطر مل کر مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں. وہ عورت زناکار ہے اور ہر آنکھ جو اس کو دیکھے زناکار ہے۔

غیر محرم عورت کی طرف اچانک نظر پڑنا

غیر محرم عورت کی طرف اگر کسی کی اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے. چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرِ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِیْ (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں عن جابر جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق حکم دریافت کیا تو آپ نے مجھ کو حکم کیا کہ فوراً نظر کو پھیر لو۔

مطلب یہ کہ جو نظر ناگہاں جا پڑے معذور ہے لیکن پھر نہ دیکھتا رہے بلکہ جلدی سے نظر پھیر لے اور پھر دوبارہ نہ دیکھے اس لئے کہ پہلی نظر جبکہ قصداً نہ ہو تو معاف ہے. پھر اگر دیکھتا رہے تو گنہگار ہوتا ہے لہذا واجب ہے کہ فی الفور نظر پھیر لے (مظاہر حق کتاب النکاح باب النظر)

گو بلا ارادہ و ناگہاں غیر عورت پر نظر پڑ جانا شرعاً معاف ہے مگر اس طرح بے احتیاطی روا رکھنا کہ غیر عورت پر نظر پڑ جانے کا امکان رہے اگر اس میں قصد و ارادہ کا دخل نہ ہو کمال تقوے کے خلاف ہے اور اعلیٰ درجہ کے متقین و صالحین کے لئے اتنا بھی سخت باعث ننگ و عار ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی اجنبی عورت پر بلا قصد نگاہ جا پڑی تو آپ اس سے اس قدر تنگ دل و پریشان ہوتے کہ زار زار روتے۔

غیر محرم کی طرف دوسری دفعہ نظر ڈالنے کی ممانعت

کسی غیر محرم عورت کی طرف دوسری دفعہ نظر اٹھا کر دیکھنا نہیں چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :-

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَۃُ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی)

یعنی ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا اے علی! نہ نظر ڈال پیچھے نظر کرکے (یعنی جب غیر محرم عورت پر ایک بار نظر ناگہاں جا پڑے۔ تو پھر دوبارہ اس کو نہ دیکھو) اس لئے کہ تیرے واسطے پہلی نظر جائز ہے (یعنی جبکہ بغیر قصد کے ہو) اور دوسری نظر جائز نہیں ہے۔

غیر محرم عورت کو دیکھ کر نظر کو دوسری طرف کرنیکا ثواب

اگر کوئی غیر محرم عورت کو دیکھ کر فوراً دوسری طرف نظر کرلے تو اس کو ثواب عظیم ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :-

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَنْظُرُ اِلٰی مَحَاسِنِ امْرَاَۃٍ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ یَغُضُّ بَصَرَہٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰہُ عِبَادَۃً یَجِدُ حَلَاوَتَھَا (رواہ احمد)

یعنی احمد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کوئی مسلمان کہ اس کی نظر ایک عورت کے حسن کی طرف جا پڑے پہلی بار یعنی اول نظر بغیر قصد کے پھر وہ اس سے اپنی نگاہ پھیرے مگر اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ایک عبادت پیدا کرے گا کہ اس کا مزہ پائیگا یعنی اپنے دل میں پروردگار عالم کے حکم ماننے کے سبب سے۔

غیر محرم عورت کو دیکھنے کے شر کا ایک خاص علاج

اگر کسی غیر عورت کو دیکھ کر اس سے محبت آ جائے تو اس سے اس عورت کے تعشق کا فتنہ پیدا ہو جانے کا خوف ہے۔ اس فتنہ کے روک تھام کی تدبیر شریعت نے یہ بتلائی ہے کہ فوراً اپنی بیوی سے جا کر مجامعت کرنی چاہیے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَۃَ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَۃِ شَیْطَانٍ وَ تُدْبِرُ فِیْ صُوْرَۃِ شَیْطَانٍ اِذَا اَحَدُکُمْ اَعْجَبَتْہُ الْمَرْاَۃُ فَوَقَعَتْ فِیْ قَلْبِہٖ فَلْیَعْمِدْ اِلٰی امْرَاَتِہٖ فَلْیُوَاقِعْھَا فَاِنَّ ذٰلِکَ یَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِہٖ (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ بحقیق عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے۔ اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے جس وقت تم میں سے کسی کو خوش لگے ایک عورت اور اس کی محبت اس کے دل میں آئے تو چاہیے کہ وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے۔ اور اس سے صحبت کرے تحقیق یہ دیجماع کرنا اس چیز کو دور کر دے گا جو اس کے دل میں ہے یعنی اس کی خواہش کو)

اس حدیث میں عورت کو شیطان کے وسوسہ ڈالنے اور گمراہ کرنے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا اور گمراہ کرتا ہے۔ ویسے ہی عورت کا دیکھنا وسوسہ اور فساد کا باعث ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا جاتا ہے کہ عورت کو یہ لائق ہے کہ گھر سے باہر بغیر ضرورت کے نہ نکلے اور نہ ہی بناؤ سنگار کر کے نکلے اور مرد کو یہ لائق ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی اس کے کپڑوں کی طرف۔ ورنہ دونوں کے مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

عورتوں کو غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت

عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور

رکوع چار میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ .... — یعنی اے میرے حبیب! مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہ یعنی آبرو کی حفاظت کیا کریں۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ — اور اپنا حسن و جمال نہ دکھایا کریں۔ مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ — اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔

محرم مردوں کی تفصیل

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگار مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ دادا پر اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ ...... یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوند کے بیٹوں پر اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ یا اپنی عورتوں پر (یعنی اپنی ہم جنس عورت شریف بیبیوں پر) یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی غلام باندیوں پر) اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ یا طفیلیوں پر۔ کہ جو مرد صاحب شہوت نہیں (یعنی وہ لوگ جو بطور طفیلی ہونے کے بچا کھچا کھانا کھانے کو پیچھے پڑ رہیں۔ اور وہ گو مرد تو ہیں لیکن عورتوں سے کچھ غرض مطلب نہیں رکھتے جیسے خواجہ سرا) اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ج یا لڑکوں پر جو مطلع نہیں ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں پر۔ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ اور دھماکے سے پاؤں نہ رکھا کریں کہ کہیں ان کا چھپا ہوا سنگار معلوم نہ ہو جائے۔

اس آیت میں اوّل تدبیر یہ بتلائی۔ کہ نگاہ نیچی رکھو۔ اگر بضرورت تم کو کسی غیر کے سامنے ہونا پڑے۔ تو نگاہ نیچی کر کے اور کپڑوں میں لپٹ کر آؤ۔ گو یہ نگاہ بظاہر بہت خفیف اور معمولی

سی معلوم ہوتی ہے لیکن سب گناہوں کی اصل اور جڑ یہی ہے۔ جیسے زکام کو بظاہر بہت ہلکی اور خفیف بیماری ہے لیکن اس کے بگڑنے سے کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی حال اس نظر کا ہے کہ اگر یہ بگڑ گئی۔ تو اس سے اور گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے اوّل اسی کو روکا گیا۔

مذکورہ آیات کا خلاصہ مطلب

ان آیات کا شانِ نزول کتب تفاسیر میں اسی طرح مرقوم ہے کہ عورتیں دوپٹہ اوڑھتے وقت ان کا ایک پلہ دوسری طرف کو پس پشت لٹکا لیا کرتی تھیں جس کو بکل کہتے ہیں۔ اور گریبان بڑے بڑے ہونے کے باعث تمام سینہ کھلا رہتا تھا۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ آگے کو لٹکائیں۔ اور دوپٹہ کی بکل گریبانوں پر ماریں تاکہ سینہ بھی چھپ جائے۔ اور اپنے زیوروں اور زینت کے مقام کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ البتہ جو عادتاً چار و ناچار کھلا رہتا ہے جس کے چھپانے میں حرج ہے۔ یعنی منہ اور ہتھیلیاں اور پاؤں کے پنجے جو عموماً کاروبار میں مجبوراً کھلے رہتے ہیں۔ اجنبی سے چھپانے فرض نہیں۔ کیونکہ خرید و فروخت اور لین دین وغیرہ معاملات کے وقت مُنہ اور کف دست چار و ناچار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ البتہ جہاں مظنّہ فتنہ اور ارتکاب حرام کا اندیشہ ہو۔ وہاں ان کا چھپانا بھی ضروری ہے بخصوصاً اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں اجنبی سے ہر عضو کا اور خاصکر چہرہ کا جو تمام حسن و جمال کا مدار اور فریفتگی کا مبدا ہے چھپانا لازمی امر ہے۔ البتہ علاج وغیرہ کی ضرورت سے طبیب کو دکھانا جائز ہے۔

جائے عبرت ہے کہ باوجود پردے کے بعض عورتیں مردوں کو جھانکتی تاکتی ہیں۔ اور مردوں کو بھی ایسے موقعات دے دیتی ہیں کہ وہ ان کو دیکھ لیتے ہیں۔ خیال کیجئے کہ جو پردہ دار نہیں ہیں۔ اُن کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

نامحرم مرد و زن کو ایک دوسرے کے دیکھنے کی ممانعت

نامحرم مرد اور نامحرم عورت کو آپس میں دیکھنا سخت ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِّلْمَرْاَۃِ

* یعنی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ کہ حضرت نے سب سے دریافت فرمایا کہ

فَسَكَتُوْا قَالَ فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ بِفَاطِمَةَ أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ قَالَتْ لَا يَرَيْنَ الرِّجَالَ وَلَا يَرَوْنَهُنَّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ رواہ البزار و دارقطنی فِي الافراد مجالس الابرار

بتلاؤ عورت کے لئے کونسی بات سب سے بہتر ہے۔ اسپر صحابہ کرام خاموش ہو گئے اور کسی نے جواب نہ دیا حضرت علی کہتے ہیں۔ کہ میں نے واپس آکر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد ان کو دیکھیں۔ میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا فاطمہ میری لخت جگر ہے اس لئے وہ خوب سمجھی۔

عورتوں کی قسمیں عورتیں دو قسم کی ہیں۔ مسلمہ۔ دوسری کافرہ۔ پھر یہ دونوں دو قسم ہیں۔ حرّہ اور اَمۃ (لونڈی) پھر حرّہ مسلمہ دو قسم ہے۔ ایک صالحہ۔ دوسری فاجرہ۔

زنِ حرّہ مسلمہ بالغہ کو لازم ہے۔ کہ اپنے آپ کو ہر زنِ مسلمہ اور اپنی کنیزک کے روبرو ناف سے زانو تک پوشیدہ رکھے (ذخیرہ اور سراج الوہاج)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نساءِ مسلمات (مسلمان عورتوں) کو مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو زنانِ کافرہ کے روبرو ظاہر کریں۔ لیکن جسقدر غیر مردوں کے سامنے نکلنا درست ہے۔ اُسی قدر ان کے سامنے بھی ظاہر ہونا روا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو نامہ لکھا تھا۔ کہ زنانِ اہلِ کتاب کو منع کریں۔ کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہوں۔

زنِ صالحہ کو زنِ فاجرہ کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اُس کے اوصاف بیان کرے گی۔ (سراج الوہاج)

ایک عورت کا دوسری عورت کے مُنہ اور رُخسارے پر مُلاقات یا رُخصت کے وقت بوسہ دینا مکروہ ہے۔

نامرد، خصّی، مجبوب اور مُخنّث سے پردہ کرنے کا حکم نامرد، خصّی، مجبوب اور مخنّث سے پردہ کرنا چاہیئے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ مشکوٰۃ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ

عنہا سے روایت ہے۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اُس وقت ایک مخنث میرے گھر میں بیٹھا تھا۔ اُس نے میرے بھائی سے کہا۔ اے عبداللہ اگر اللہ کے فضل سے کل کے روز طائف فتح ہوگا۔ تو میں تم کو غیلان کی بیٹی کا نشان دوں گا۔ کہ جب وہ آگے آتی ہے۔ تو اُس کے شکم پر نہایت قریبی سے چار شکن ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جب وُہ پُشت پھراتی ہے۔ تو آٹھ شکن نظر آتے ہیں۔ یعنی ہر ہر پہلو پر چار شکن پیدا ہوتے ہیں۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام سُنتے ہی فرمایا۔ کہ مخنث مجبوب خصی اور عنین کو گھروں میں آج سے آنے نہ دو۔ اس لئے کہ یہ لوگ اگرچہ جماع کی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر ان کو باقی لذتیں حاصل ہیں۔

یاد رہے کہ خصی وہ ہے جس کے خصیئے نہ ہوں۔ مجبوب وُہ ہے جس کا ذکر نہ ہو۔ عنین نامرد کو کہتے ہیں۔ مخنث وُہ ہے جس میں مردانہ و زنانہ دونوں علامتیں نامکمل ہوں۔ اور وُہ لواطت کراتا ہو۔

غیر محرم عورتوں سے اُنکے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنے کی ممانعت

غیر محرم عورت سے اُس کے خاوند کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنا منع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَمْرٍو قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُكَلَّمَ النِّسَاءُ اِلَّا بِاِذْنِ اَزْوَاجِهِنَّ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی طبرانی میں عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کہ عورتوں سے بغیر شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُحَدِّثْنَ مِنَ الرِّجَالِ اِلَّا مَحْرَمًا (رواہ ابن سعد)

حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں (اِسکو ابن سعد نے روایت کیا ہے)

نامحرم عورت کو ہاتھ لگانے کی ممانعت

نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ اَلْیَدُ زِنَاهَا اَلْبَطْشُ۔ (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاتھ کا زنا نامحرم کو پکڑنا ہے۔ الحدیث۔

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یُطْعَنَ فِیْ رَأْسِ اَحَدِکُمْ بِمِخْیَطٍ مِنْ حَدِیْدٍ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَمَسَّ اِمْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهٗ

(رواہ الطبرانی والبیہقی)

یعنی طبرانی اور بیہقی میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

ہاں حکیم یا ڈاکٹر یا معالج وغیرہ کو ضرورۃً ہاتھ لگانا جائز ہے۔

مشتبہ غیر محرم سے بھی پردہ ضروری ہے

اگر کسی کے غیر محرم ہونے میں شک وشبہ ہو، تو بھی اس سے پردہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ فِیْ قِصَّةٍ طَوِیْلَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ یَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ اِحْتَجِبِیْ مِنْهُ لِمَا رَاٰی مِنْ شَبَهِهٖ

صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصۂ طویل میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (مقدمۂ سعد اور عبد بن زمعہ میں فیصلہ کے لئے یہ) فرمایا کہ یہ لڑکا تم کو دیا گیا ہے اے عبد بن زمعہ کیونکہ اولاد حق صاحب فراش کا ہے اور بدکار کے لئے پتھر پھر آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔

بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ اس لڑکے سے پردہ کرو کیونکہ آپ نے اُس لڑکے کی صورت عتبہ سے ملتی دیکھی۔ پھر وہ لڑکا مرتے دم تک سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے نہیں پایا۔

یہ لڑکا زمعہ کی لونڈی کا تھا۔ جو عتبہ کے نطفۂ ناجائز سے پیدا ہوا تھا۔ عتبہ کے مرنے کے بعد برادر عتبہ نے اُس لڑکے کے بھتیجا ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمعہ کا ایک بیٹا تھا عبد نے اُس لڑکے کے بھائی ہونے کا اس بناء پر دعوے کیا کہ میرے باپ کی ایسی لونڈی سے پیدا ہوا۔ جو میرے باپ کے استعمال میں رہتی تھی۔ حضرت نے موافق قانون شرعی کے کہ نطفۂ حلال سے نسب ثابت ہوتا ہے۔ نطفہ حرام سے ثابت نہیں ہوتا۔ اُس لڑکے کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا۔ اور آپ کی بیوی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہی زمعہ کی بیٹی ہیں۔ تو اس قاعدہ کے موافق وہ لڑکا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا۔ اور محرم ہونے کی وجہ سے پردہ کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن حضور نے احتیاطاً بوجہ مشابہت شکل عتبہ کے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم فرمایا جس پر بہت پابندی کے ساتھ عمل کیا گیا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا۔ کہ پردہ کا اس درجہ شدت سے اہتمام تھا کہ خفیف سے خفیف شبہ پر بھی احتیاط کی جاتی تھی۔

دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ کرنے کا حکم

ملک ہندوستان میں بالخصوص یہ مرض عام طور پر پھیلا ہوا ہے۔ کہ عورتیں دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں کرتیں۔ اور اُن کے سامنے کہنیوں تک ہاتھ اور گردن تک سر کھولے ہوئے بیدھڑک پھرا کرتی ہیں۔ حالانکہ باہر کے مردوں اور ان مردوں میں پردے کے معاملہ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ بلکہ ان کا فتنہ غیر مردوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ عورت کا شوہر کے بھائی بھتیجوں کے سامنے ہونا درست ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے رشتہ دار عورت کے حق میں گویا موت ہیں۔ یعنی جیسا لوگ موت سے ڈرتے اور پرہیز کرتے ہیں۔ ویسے ہی عورتوں کو خاوند کے بھائی وغیرہ سے بچنا اور پردہ کرنا چاہیے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ۔

(متفق علیہ)

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے سے بچا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیٹھ دیور کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دیور تو پوری موت ہے۔

اس حدیث میں بے ضرورت اور بے تکلف عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے کو حرام فرمایا ہے اور فطرت صحیحہ اور دلالت صریحہ سے ثابت ہے۔ کہ اس آمد و رفت کا عمدہ انسداد یہ پردۂ مروجہ ہے۔ ورنہ اور کوئی امر اس درجہ کا مانع قوی نہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے۔ کہ جب پردۂ مروجہ نہ ہوگا۔ یہ بے محابا آمد و رفت بھی ضرور رہیگی۔ اور ایسی آمد و رفت حرام ہے تو بے پردگی جو اس کا ذریعہ ہے نیز حرام ہے۔ پس پردۂ مروجہ واجب ہے۔

اندھے سے پردہ کرنیکا حکم

عورتوں کو غیر محرم اندھے مرد سے بھی پردہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةُ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

یعنی ترمذی اور ابوداؤد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ وہ اور میمونہ رضی اللہ عنہا کہ دونوں ازواج مطہرات سے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں۔ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا صحابی تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اندر آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں بیبیوں کو فرمایا کہ اس سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ ۔ (رواہ احمد و الترمذی و ابو داؤد)

پردہ کرو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ وہ تو نابینا ہیں ہم کو تو وہ دیکھ نہیں سکتے آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو اور کیا تم دونوں نظر نہیں دیکھ سکتیں یعنی اگر وہ اندھا ہے تو تم دونوں تو اندھی نہیں ہو۔

اس حدیث سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے مرد کو عورت کا دیکھنا حرام ہے۔ ویسے ہی عورت کو مرد کا دیکھنا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ حدیث ورع اور تقویٰ پر محمول ہے۔

دیکھئے۔ باوجودیکہ اس مقام پر کسی قسم کی خرابی اور وسوسہ کا احتمال بھی نہ تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو ازواج مطہرات تھیں جو مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ دوسری طرف ایک پاک سرشت و نیک نہاد صحابی پھر وہ بھی اندھے۔ لیکن اس پر بھی مزید احتیاط کے لئے یا تعلیم امت کے لئے آپ نے ان بیبیوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر بھلا عام عورتوں کو غیر مردوں کے سامنے آنا جانا کیسے جائز ہو سکتا ہے ؟

رفع اشتباہ بعض لوگوں نے اس حدیث کی یہ غلط تاویل کی ہے۔ کہ عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہوگا۔ یا ازواج مطہرات انکو غور سے دیکھتی تھیں۔ یا یہ کہ حضور نے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔ محض لغو اور بیہودہ باتیں ہیں۔ کیونکہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے کہ وہ بارگاہ رسالت میں خلاف لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ علاوہ اس کے اگر ان کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی۔ تو حضرت بھی اپنا رخ انور پھیر لیتے یا آنکھیں بند کر کے ان کو ہدایت فرماتے۔

غیر محرم برات اور دولہا دیکھنے کی ممانعت عموماً دیکھا جاتا ہے۔ کہ بیاہ شادیوں میں بے پردگی کثرت سے ہوتی ہے چنانچہ عورتیں برات اور دولہا کی زیارت کو خانہ کعبہ کی زیارت سمجھتی ہیں۔ جہاں کہیں برات

کی آمد آمد ہوئی۔ دھڑا دھڑ عورتیں بج سجا کر گھروں سے باہر نکل کر راستہ میں آکھڑی ہوتی ہیں جب برات جاتی ہے۔ تو پہلے پرفش کلامی اور گالی گلوچ سے ان کی مزاج پرسی کرتی ہیں پھر ساتھ ہی ساتھ ایک دوسری سے یوں کہتی ہیں۔ کہ اری دیکھو تو سہی۔ کہ دولہا خوبصورت ہے۔ یا دُلہن۔ کوئی کہتی ہے۔ کہ دولہا خوبصورت ہے۔ کوئی کہتی ہے۔ کہ دُلہن خوش شکل ہے۔ غرضیکہ کوئی کچھ کہتی ہے۔ اور کوئی کچھ۔

خیال کیجئے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو صحابی کے سامنے جو باوجود نیک ہونے کے اندھے بھی تھے۔ آپ نے کی اجازت نہ ملی۔ تو بھلا آج عام عورتوں کو دولہا کا دیکھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ درحقیقت مسلمان عورتوں اور مردوں میں حیا و شرم کا نام تک نہیں رہا۔ غیر اقوام کی دیکھا دیکھی یہ بھی بے غیرت ہو گئے ہیں۔

نامحرم مُردہ سے پردہ کرنیکا حکم شریعت میں تو عورت کے لئے یہاں تک حکم ہے کہ وُہ نامحرم مُردہ کو بھی نہ دیکھے۔ چنانچہ حدیث میں مرقوم ہے۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی۔ جب میرے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو پھر بھی میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی۔ لیکن جب امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ یہاں دفن کئے گئے۔ تو پھر میں یہاں پردا اوڑھکر اور منہ ڈھانک کر آیا کرتی۔ کیونکہ وہ غیر محرم تھے۔

دیکھئے پردہ کی کس قدر احتیاط کی جاتی تھی۔ بظاہر یہ خیال آتا ہوگا۔ کہ مُردہ کے دیکھنے نہ کیا حرج ہے۔ سو یہ نہ کہو کبھی اس سے بھی روگ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر روگ لگ گیا۔ یعنی اُس کا خیال بندھ گیا۔ تو دل تو ناپاک ہو گیا۔

غیر محرم کو سلام کرنے کی ممانعت کتب فقہ میں مرقوم ہے۔ کہ غیر مرد کو عورت کا سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ سلام میں یہ خاصیت ہے کہ اُس سے فوراً محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیث صحیح میں مروی ہے۔ کہ جب دو مسلمان آپس میں لڑیں۔ تو تین دن کے بعد اُنکو فوراً گفتگو کرنی

چاہیئے۔ اور ان میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کی طرف سے سلام کی ابتدا ہو یعنی جو سب سے پہلے سلام کرے۔ اور ملاقات کے وقت بھی اسی واسطے سلام کرنے کا حکم ہے تاکہ آپس میں محبت بڑھے غرض فضول کلام تو دور کی چیز ہے۔ شریعت نے تو غیر محرم مرد کو سلام کرنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

غیر محرم کا جھوٹا کھانا مکروہ ہے کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کو اور اجنبیہ عورت کا جھوٹا مرد کو کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ منافیہ خیال پیدا ہوگا کہ جہاں نازک مزاج ہے معلوم نہیں جس جگہ ہاتھ لگا ہے۔ وہاں سے کھانے میں التذاذ ہوگا۔ اس لئے شرع نے ممانعت کردی۔

بلا اجازت گھر میں داخل ہونیکی ممانعت کسی شخص کو غیر محرم کے گھر میں جانا بلا اجازت جائز نہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔

(سورۂ نور رکوع)

شان نزول ایک انصاریہ عورت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں اکثر اوقات اپنے گھر میں ایسی حالت پر ہوتی ہوں۔ کہ دوسرے کا مجھے ایسی حالت میں دیکھنا ناگوار گذرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ آیت مذکورہ) یعنی اے ایمان والو! نہ جایا کرو دوسرے گھروں میں اپنے گھروں کے سوا۔ تاوقتیکہ اجازت نہ لے لو۔ اور سلام علیک نہ کہہ لو ان گھر والوں پر۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے عجب نہیں کہ تم یاد رکھو۔

کس قسم کے گھروں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن (ترجمہ) پھر اگر تم نہ پاؤ ان گھروں میں کسی کو۔ تو ان میں نہ جاؤ۔ جب تک کہ تم کو اجازت نہ ہو۔ اور اگر تم سے کہا جائے۔ کہ لوٹ جاؤ۔ تو لوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے

قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ ﴿۲۹﴾

لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اور اللہ جو کچھ کرتے ہو سب جانتا ہے۔ اس میں تم پر گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے،

شانِ نزول جب پہلی آیت سے عام طور پر دوسرے گھروں میں بلا اجازت جانا منع ہو گیا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تاجر کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آتے جاتے ایسے غیر آباد مکانات میں ٹھہرنا ہوتا ہے۔ جہاں نہ کوئی آدمی ہوتا ہے، نہ آدم زاد، وہاں بھلا کس سے اجازت لیں۔ اور کس کو سلام کریں۔ اس وقت یہ دوسری آیت نازل ہوئی۔ یعنی تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں۔ کہ بے اجازت چلے جایا کرو۔ غیر آباد گھروں میں، جن میں تمہارا اسباب رکھا ہو۔

غیر محرم کیلئے کسی گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ

غنیۃ الطالبین میں ہے۔ کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ملاقات کو اس کے گھر پر جائے تو چاہیئے کہ دروازے پر کھڑا ہو کر سلام کہے۔ اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلُ میں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

رُوِيَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ عَامِرٍ اِسْتَاْذَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ اَلِجُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهٖ اُخْرُجْ اِلٰى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ فَقَالَ لَهٗ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلُ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَاَذِنَ لَهٗ فَدَخَلَ۔

روایت ہے کہ بنی عامر سے ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دولت سرا پر حاضر ہوا اور آپ سے اجازت اندر آنیکی طلب کی اور آپ گھر میں موجود تھے۔ آپ نے خادم سے فرمایا۔ کہ اس شخص کے پاس جاکر اسکو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھلاؤ۔ چنانچہ خادم نے اس سے کہا کہ اسطرح کہو کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں پس اُس نے اسیطرح کہا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، اور وہ داخل ہوا۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ دروازے پر پکار سنے والا جواب کا انتظار کرے۔ اور تین بار آواز دے اور جلد واپس نہ جائے مبادا گھر کے اندر سے جواب دینے والا جواب دے۔ اور وہ بسبب عدم موجودگی کے نہ سُنے۔ مگر اس کو یقین ہو کر صاحب خانہ گھر کے اندر ہے۔ اور مگر بسبب مشغولی کار یا بوجہ مسافت اس نے نہیں سنا تو تین مرتبہ سے زیادہ پکارے چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اندر آنے کی اجازت تین بار مانگنی چاہیئے۔ اگر حکم دے۔ تو گھر میں جائے، ورنہ واپس جائے۔

اس میں اپنے اور بیگانے سب برابر ہیں جیسے ماں یا مثل اس کے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا سَأَلَهُ رَجُلٌ هَلْ عَلَيَّ أَنْ أَسْتَأْذِنَ عَلَى أُمِّي قَالَ نَعَمْ قَالَ إِنِّي مَعَهَا فِي الْبَيْتِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا قَالَ إِنِّي خَادِمُهَا قَالَ إِسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا أَتُحِبُّ أَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً فَأَمَّا زَوْجَتُهُ وَأَمَتُهُ الْمُبَاحَةُ لَهُ وَطْيُهَا فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْاِسْتِيْذَانُ فِيْ حَقِّهِمَا بِأَنَّ أَكْثَرَ مَا فِيْ ذٰلِكَ أَنْ يُصَادِفَ مُتَكَشِّفَةً مُنْبَسِطَةً وَقَدْ أُبِيْحَ لَهُ النَّظَرُ إِلَى أَبْدَانِهِنَّ وَلٰكِنْ يُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُحَرِّكَ نَعْلَهُ أَوَّلًا إِذَا دَخَلَ الْمَنْزِلَ لِيَعْلَمَ دُخُوْلَهُ۔

یعنی ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مجھ پر واجب ہے کہ اپنی ماں سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کروں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اُس شخص نے کہا کہ میں اپنی ماں کیساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ پھر اُس نے کہا کہ میں تو اُس کا خادم ہوں۔ فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے اگر گھر میں اُس کی بیوی یا ایسی لونڈی ہو جو اُس پر مُباح ہو۔ تو بغیر اجازت طلب کئے اُس کو گھر میں جانا درست ہے۔ کیونکہ اُن کو برہنہ یا جسطرح سے ہو دیکھنا مباح ہے۔ لیکن ادب یہ ہے کہ ان کے گھر میں بھی جاتے وقت جوتا جھاڑے۔ تاکہ اس کھٹکنے کی خبر اُن کو ہو جائے۔

کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی سزا اگر کوئی شخص کسی غیر محرم کے گھر میں بلا اجازت

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ - (متفق علیہ)

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے۔ اس حال میں کہ تو نے اسکو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ پس مارے تو اس کو کنکری کے ساتھ پس اگر تو پھوڑ دے اُسکی آنکھ۔ تو تجھ پر گناہ نہیں ہے۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَؤُا عَيْنَهُ (رواه مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اُن کی اجازت کے جھانکے تو بیشک اُنکو جائز ہے کہ اُس شخص کی آنکھیں پھوڑ دالیں۔

مسئلہ۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُس پر ضمان ہے۔ اور حدیث محمول ہے۔ مبالغہ اور زجر شدید پر۔

ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا۔ کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ فی زمانہ اس کا اُلٹ ہو رہا ہے۔ آجکل تو نظر بازی کا بازار ایسا گرم ہے کہ بڑے بڑے عالم اور صُوفی بھی اس مرض میں مُبتلا پائے گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پس پُشت ڈال دیا ہے۔ اور اُن کی مثال اللہ تعالےٰ سورہ جمعہ میں فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا

یعنی مثال ان لوگوں کی جن کے سر توریت مندھ دی گئی پھر اُنہوں نے اُسکو سر اور آنکھوں سے نہ لگایا۔ اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھائے۔

مطلب یہ ہُوا۔ کہ جیسے لادو گدھوں کو کتابوں کے بوجھ سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اسی

طرح ان عالموں اور صوفیوں کو علم سے کچھ روشنی حاصل نہیں ہے ۔ اگر وہ علم پر عمل کرتے ۔ تو آج اُن کی یہ حالت ناگفتہ بہ نہ ہوتی اور دوسروں کے لئے انگشت نما نہ ہوتے ۔

غیر محرم مردوں کو جھانکنے والی عورت کو مارنے کا حکم اگر کوئی عورت غیر محرم کی طرف عمداً جھانکے ۔ تو اُس کو مارنا چاہیئے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ۔

عَنْ اَبِی السَّائِبِ عن ابی سعید الخدری فِی قصۃ الفتی حدیث العھد بعرس فاذا امرأتہ بین البابین قائمۃ فاھوی الیھا بالرُّمحِ لِیَطْعَنَھَا بِہٖ فَاصابۃ غیرۃ (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں ایک نوشہ صحابی کے قصہ میں ہے کہ وہ جو اپنے گھر گئے تو بیوی کو دروازہ میں کھڑا دیکھ کر غیرت آئی ۔ اور نیزہ سے مارنا چاہا ۔ اور ان کو غیرت آئی ۔

مجالس الابرار میں مرقوم ہے ۔ رَاٰی مَعَاذُ امْرَأَتَہٗ تَطَّلِعُ فِی کُوَّۃٍ فَضَرَبَھَا ۔ یعنی جب معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو روشندان میں سے جھانکتے ہوئے دیکھا ۔ تو اُنہوں نے اُس کو خوب پیٹا ۔

بُری نظر سے دیکھنے والے اور دیکھنے کا موقعہ دینے والے پر لعنت اگر کوئی غیر محرم کو قصداً دیکھے ۔ یا اپنے آپ کو دکھلائے ۔ تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ۔

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بطریق ارسال کے روایت کی ہے ۔ کہ مجھ کو یہ حدیث صحابہ سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو اُس پر جو بُری نظر سے دیکھے ۔ اور اُس پر بھی جس کو دیکھے یعنی وہ اگر یہ اختیار کرے ۔

بے پردہ عورتوں کو سزائے عقبیٰ

جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ اور اعلانیہ پردے کی مخالفت کرتی رہتی ہیں۔ اُن کے بارے میں حدیث شریف میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات میں مرقوم ہے۔ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صِنْفَانِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ۔ یعنی دو گروہ ہیں دوزخیوں سے۔ ایک اُن میں سے یہ ہے۔ نِسَآءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ۔ یعنی عورتیں ہیں پہنے ہوئے کپڑے ظاہر میں۔ اور ننگی ہیں حقیقت میں۔ یعنی باریک کپڑے پہنتی ہیں۔ کہ ان میں سے ان کے بدن معلوم ہوتے ہیں۔ پس اگرچہ ظاہر میں پہنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں۔ کچھ بدن ڈھانکتی ہیں۔ اور کچھ کھلا رکھتی ہیں مُمِیْلَاتٌ یعنی میل کرنے والیاں ہیں۔ یعنی آپ بھی مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ یا معنی یہ ہیں کہ اوڑھنیاں سر پر سے اُتار ڈالتی ہیں۔ تاکہ لوگ اُن کے مُنہ دیکھیں۔ مَائِلَاتٌ۔ یعنی میل کرنے والیاں ہیں یعنی مٹک چال چلتی ہیں۔ تاکہ لوگوں کے دل فریفتہ کریں۔ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّۃَ یعنی بہشت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی۔ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَھَا اور نہ جنت کی بُو تک پائیں گی۔ وَاِنَّ رِیْحَھَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَۃِ کَذَا وَکَذَا یعنی حالانکہ جنت کی بُو پائی جاتی ہے۔ اتنی اور اتنی مسافت سے۔ یعنی بہت دُور سے۔

زانیہ عورتوں کو موت تک قید رکھنے کا سابقہ حکم

زانیہ عورتوں کو پہلے موت تک قید رکھنے کا حکم تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَھِدُوْا فَاَمْسِکُوْھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا ۝ (سورہ نساء رکوع ۲)

یعنی اور جو عورتیں بےحیائی کا کام کریں۔ اُن پر چار آدمیوں کو اپنے میں سے گواہ بنالو۔ اور جب وہ گواہ ہو جائیں۔ تو اُن عورتوں کو بدستور گھروں میں رکھے رہو۔ یہاں تک کہ یا تو موت اُنکو آجائے اور یا اللہ تعالےٰ اُن کیلئے کوئی راہ کرے۔ یعنی حکم ثانی دیدے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ تو حد زنا مقرر نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حکم ثانی کے انتظار کا امر

فرمایا۔ اور اس وقت تک یہ حکم فرمایا۔ کہ انکو گھروں میں بدستور رہنے دو یہ لفظ بتلا رہا ہے۔ کہ پہلے سے وہ گھروں میں تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصلی وضع اور مقتضائے فطرت نسواں کا یہی ہے۔ کہ گھروں میں رہیں۔ صرف اس بیباکی سے احتمال تھا۔ کہ غصہ کے باعث گھر سے نکال باہر کردیں۔ اس لئے امساک کا حکم دیا۔ کہ ابھی حالت سابقہ پر گھروں میں رکھو۔ چنانچہ اس کے بعد جب حد مقرر ہوئی۔ تو حکم ثانی معلوم ہوگیا۔ کہ سزا کے لئے حاضر عدالت کی جائیں گی۔

غرض اس آیت میں زنا کا حکم بیان فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی زنا کا مرتکب ہو۔ تو اس کے ثبوت کے واسطے چار مردوں کی گواہی چاہیئے۔ پھر گواہی ہو جانے پر عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مرجائیں۔ یا اُن کی بابت اللہ تعالےٰ کوئی راستہ نکالے۔ جس راستے کا وعدہ اللہ پاک نے اس میں فرمایا ہے۔ وہ اٹھارھویں پارہ سورۂ نور میں ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (پ ع)

یعنی زانیہ عورت اور زانی مرد پس۔ اور ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو درے۔ اور رحم کو ان دونوں پر ترس نہ آنا چاہیئے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل میں۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اللہ اور روز آخرت پر۔ اور چاہیئے کہ آموجود ہو۔ اُن کی سزا کے موقعہ پر مسلمانوں کی ایک جماعت۔

حدیث شریف میں ہے۔ کہ کنوارے مرد یا کنواری عورت سے زنا کی حرکت سرزد ہو تو سو درے ماریں اور اگر بیاہے ایسا کام کریں۔ تو سنگسار کریں۔

باریک کپڑا پہننے کی ممانعت

عورت کو باریک کپڑا پہننا سخت ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا ...

یعنی ابو داؤد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ ان کی بہن اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ...

اَلْمَرْأَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَنْ يَصْلُحَ اَنْ يُرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے اُن سے مُنہ پھیر کر فرمایا کہ اے اسما جب عورت بالغ ہو جائے تو سوائے چہرہ اور کفین کے اور کوئی چیز اُس کی نظر نہیں آنی چاہیئے۔

اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہُوا۔ کہ عورت کو ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکے حرام ہے۔ اور بے پردگی میں بمقتضائے تکلف و زینت طبعی خصوصاً طبیعت زنانِ ہند ضرور نامحرم کے روبرو باریک کپڑے پہنے جائیں گے۔ اور یہ حرام ہے پس بے پردگی بھی حرام ہے۔

وجہ اور کفین کے غیر مستور رہنے کی رخصت قبل نزول حکم حجاب ہے۔ یا حالتِ ضرورت میں یہ رخصت ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا۔ کہ علقمہ بن ابی علقمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے سُنا ہُوا بیان کیا۔ کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک اوڑھنی اوڑھے ہوئے آئیں۔ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس اوڑھنی کو پھاڑ ڈالا۔ اور ان سے اور گاڑھی اوڑھنی پہنائی۔

اس روایت سے معلوم ہُوا۔ کہ عورتوں کو عورتوں کی مجلس میں بھی باریک کپڑا پہن کر جانا درست نہیں۔ دیور یا جیٹھ وغیرہ مردوں کا کیا ذکر ہے۔

حالاتِ حاضرہ

آجکل ہندوستان میں نہایت باریک کپڑے، مثلاً ململ سولہ اور چھبیس وغیرہ پہننے کا رواج عورتوں میں عام ہو رہا ہے۔ جس میں کئی طرح کی قباحتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن نئی روشنی اور نئے فیشن کے دلدادہ کہتے ہیں۔ کہ عورتیں قوی اور جذبات کے لحاظ سے ہم سے کسی طرح کم نہیں جیسے دل دماغ اور اُمنگیں ہم رکھتے ہیں۔ ویسے ہی عورتیں بھی رکھتی ہیں۔ بلکہ ہم سے زیادہ نازک اندام ہیں۔ جب ہم باریک اور عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ ہم سے زیادہ نفیس لباس نہ پہنیں۔ کیوں وہ موٹے موٹے کپڑے اور بھاری بھاری چادریں اور بُرقعے اوڑھیں سادی

کیوں وہ ہماری طرح کھلم کھلا باغ و بازار کی سیر کھیل تماشے عیش و عشرت کے سامان سے بہرہ ور نہ ہوں؟

جواب۔ لباس کی غرض کیا ہے؟ لباس اس اوڑھنے کی چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم کو سردی گرمی سے بچائے۔ اور حرارت غریزی قائم رکھے۔ اور جسم کے اس حصہ کو جسے شائستگی کے لحاظ سے ڈھانپنا ضروری ہے ڈھانکے۔

نہایت باریک لباس بدن کو نہ تو بخوبی چھپا سکتا ہے۔ نہ سردی سے بچا سکتا ہے۔ نہ گرمی کی لو سے۔ اور سردی گرمی کا اثر پورے طور پر نہ روکنے سے حرارت غریزی قائم رکھنے کے قابل بھی نہیں ہو سکتا۔

نفیس وہ چیز کہی جا سکتی ہے جس کے گن اچھے ہوں۔ یعنی اس پر مصالحہ اچھا لگا ہو۔ اور جس مطلب کے لئے بنائی گئی ہے اس کو پورا کرے۔

غرض اللہ تعالٰی کے احکام کے مطابق لباس ایسا پہنو۔ جو سارے جسم کو اچھی طرح سے ڈھانپے۔ اور پردہ میں خلل نہ ہو۔

مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے ننگا ہونے کی ممانعت

مرد کو مرد کے سامنے۔ اور عورت کو عورت کے سامنے برہنہ ہونا سخت ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَۃُ اِلَی الْمَرْاَۃِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ نہ دیکھے مرد طرف ستر مرد کے۔ اور نہ دیکھے عورت طرف ستر عورت کے۔ اور نہ جمع ہو مرد ساتھ مرد کے ننگے ہو کر ایک کپڑے میں۔ اور نہ جمع ہو عورت ساتھ عورت کے ننگی ہو کر۔ ایک کپڑے میں

میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت

میاں بیوی کو بلا ضرورت ایک دوسرے کا ستر دیکھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ اَوْ مَا رَاَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ

(رواہ ابن ماجہ)

یعنی ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ کہا۔ میں نے نظر نہیں کی یا نہیں دیکھا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر۔

ایک روایت میں ہے۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ میرا ستر دیکھا۔ اور نہ ہی میں نے اُن کا (مظاہر حق)

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ ادب یہ ہے۔ کہ مرد عورت آپس میں ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں۔

مُردے کے ستر کیطرف دیکھنے کی ممانعت

مُردے کے ستر کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا عَلِيُّ لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى فَخِذِ حَيٍّ وَّلَا مَيِّتٍ ۔

(رواہ ابو داؤد وابن ماجہ)

یعنی ابو داؤد اور ابن ماجہ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے علی رضی اللہ عنہ کے۔ کہ اے علی اپنی ران کو نہ کھول اور نہ زندے کی ران کیطرف دیکھ۔ اور نہ مُردے کی ران کی طرف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ اور مردہ ستر

ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر کا ہونا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ صرف اعضائے مخصوصہ ہی ستر میں داخل ہے۔ حالانکہ مرد کے لئے ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ جَرْهَدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

یعنی ترمذی اور ابو داؤد میں جرہد رضی اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَۃٌ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ تحقیق ران ستر ہے۔

خلوت میں بھی ننگا ہونا ممنوع ہے

مرد اور عورت کو تنہائی میں بھی برہنہ ہونا نہیں چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے

عَنْ بَھْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْفَظْ عَوْرَتَکَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِکَ اَوْ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَرَاَیْتَ اِذَا کَانَ الرَّجُلُ خَالِیًا قَالَ فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ یُّسْتَحْیٰی مِنْہُ

(رواہ الترمذی ابوداؤد وابن ماجہ)

یعنی ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بہز بن حکیم سے مروی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے نقل کی اور اس نے اپنے باپ معاویہ بن حیدہ سے کہ اس نے کہا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تو اپنے ستر کو ڈھانکا مگر اپنی بیوی یا لونڈی سے۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ مجھ کو خبر دو جس وقت کہ آدمی تنہا ہو کیا وہاں بھی ڈھانکے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ لائق ہے کہ اس سے شرم کی جائے یعنی اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ خلوت میں بھی ستر کا چھپانا واجب ہے۔ مگر ضرورۃً کھولنا جائز ہے۔

فرشتوں سے ستر کو ڈھانکنے کا حکم

مرد اور عورت کو اپنے ستر کے مقامات کو بلا ضرورت برہنہ کرنے کی ممانعت اس لئے ہے۔ کہ کم از کم ان فرشتوں سے تو شرم کرنی چاہیئے جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ

یعنی ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

وَالتَّعَرِّيْ. فَاِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِي الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ (رواہ الترمذی)

علیہ وسلم نے کہ تم ننگے ہونے یعنی اگرچہ تنہا ہو بچنے کہ تحقیق تمہارے ساتھ وہ ہیں کہ تم سے نہیں جدا ہوتے یعنی فرشتے نگہبانی کرنیوالے اور کراماً کاتبین مگر پاخانہ کے وقت اور اسوقت جب اپنی بیوی سے صحبت کرے پس ان سے حیا کرو اور انکی تعظیم کرو یعنی ستر چھپا رکھو اور ایسے کام کرنے اور بری اور لغو باتوں سے بچتے رہو۔ کہ یہ چیزیں باعث حیاء اور تعظیم اور تکریم اُن کی ہیں۔

اِس حدیث سے معلوم ہُوا کہ بغیر ضرورت کے ستر کا کھولنا جائز نہیں۔ ہاں نجاست اور رفع حاجت وغیرہ کے لئے جائز ہے۔

صحیح ترمذی میں معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم اپنے چھپانے کا بدن کس موقع پر چھپائیں اور کس موقع پر نہ چھپائیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنے ستر کو تمام لوگوں سے سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے محفوظ رکھو۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک شخص دوسرے کے پاس رہتا ہے۔ یعنی ہر وقت ایک جگہ رہتے سے محافظت مشکل ہے۔ تو اُس پر آپ نے فرمایا۔ حتی المقدور تم کو محافظت کرنا لازم ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آدمی تنہائی میں ہوتا ہے۔ یعنی تنہائی میں تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے پردہ کیا جائے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ پھر تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ اور فرشتوں سے حیا کرنی چاہیئے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہُوا۔ کہ تنہائی میں بھی بلا ضرورت برہنہ ہونا خواہ کل یا بعض بدن سے جس کا چھپانا مجمع میں واجب ہے۔ جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے بظاہر حیا کرنا چاہیئے۔

مردوں کو حمام میں پردہ کرنے کا حکم

مردوں کو حمام میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

ترمذی میں مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ

اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو۔ وہ حمام میں بغیر کپڑا باندھے ہوئے نہ جائے۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ حمام میں کئی آدمی یک جا غسل کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں پردہ واجب ولازم ہے۔

عورتوں کو حمام میں نہ جانے کا حکم عورتوں کو حمام میں نہیں جانا چاہیئے۔ اگرچہ اُس کا شوہر اُسے اجازت بھی دے دے۔ چنانچہ مجالس الابرار میں مرقوم ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمَّامُ حَرَامٌ عَلٰى نِسَاءِ اُمَّتِيْ.

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمام میری اُمت کی عورتوں پر حرام ہے۔

حمام میں جواز کی صورت اگر کسی کو حمام میں جانے کی کوئی سخت ضرورت آپڑے۔ مثلاً نفاس یا کسی اور مرض کے عذر کی وجہ سے۔ تو یہ شرط ہے۔ کہ لنگی پہن کر جائے اور حمام میں کوئی عورت ننگی نہ ہو۔ اور نہ بناؤ سنگار سے جائے۔ پس اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے۔ تو اُسکو حمام میں جانا جائز نہیں۔

منکرینِ پردہ کا بے غیرت ہونا جو شخص پردے کا حامی نہیں ہے۔ وہ بے غیرت ہے۔ چنانچہ مجالس الابرار میں ہے۔

رُوِيَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَّاْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (یعنی مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک خدا غیرت مند ہے۔ اور مومن غیرت مند ہے۔ اور اللہ کی غیرت اس پر آتی ہے۔ کہ مومن ایسا کام کرے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اُس پر حرام کیا ہے۔

وَفِيْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنِّيْ لَغَيُوْرٌ وَمَا امْرُؤٌ لَا يَغَارُ اِلَّا مَنْكُوْسُ الْقَلْبِ (مجالس الابرار) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں بڑا غیرت مند ہوں۔ اور نہیں ہے کوئی مرد جو غیرت نہ کرتا ہو۔ مگر اوندھے دل کا۔

وہ طریقہ جس سے کبھی غیرت کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ ہے کہ اُن کے پاس کوئی مرد نہ آنے پائے۔ اور نہ وہ رستہ گلیوں میں جائیں۔ کیونکہ اُن کا نکلنا بے غیرتی سمجھی جاتی ہے۔

عورت کن کن جگہوں میں اجازت لیکر گھر سے باہر جا سکتی ہے

مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کو گھر سے باہر جانے سے روکے۔ مگر سوائے چند خاص جگہوں کے اور کہیں جانے کی اجازت نہ دے۔ اور وہ خاص جگہیں یہ ہیں۔ جو صاحب خلاصہ نے مجموع النوازل کے حوالہ سے لکھی ہیں۔

یَجُوْزُ لِلزَّوْجِ اَنْ یَاْذَنَ لَھَا بِالْخُرُوْجِ اِلٰی سَبْعَۃِ مَوَاضِعَ زِیَارَۃُ الْاَبَوَیْنِ وَعِیَادَتُھُمَا وَتَعْزِیَتُھُمَا اَوْ اَحَدُھُمَا وَزِیَارَۃُ الْمَحَارِمِ۔

یعنی مرد کو جائز ہے۔ کہ سات جگہ عورت کو جانے کی اجازت دے۔ ماں باپ کی ملاقات۔ اور اُن دونوں کی بیمار پرسی اور اُن دونوں کی یا ایک کی ماتم پرسی۔ اور محرموں کی ملاقات کیلئے۔

علاوہ ازیں اگر وہ عورت قابلہ (دائی) ہو۔ یا مُردہ کی نہلانے والی ہو۔ یا کسی پر اُس کا حق آتا ہو۔ یا کسی اور کا اس پر حق آتا ہو۔ تو اجازت سے بلا اجازت جا سکتی ہے۔

مرد کو لازم ہے۔ کہ اپنی بیوی وغیرہ کو اجنبی لوگوں کی ملاقات اور اُن کی بیمار پرسی اور ولیمہ میں شامل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اگر اُس نے اجازت دیدی۔ اور وہ چلی گئی۔ تو دونوں گنہگار ہونگے۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ اجازت کبھی چپ رہنے سے بھی ہوتی ہے۔ اور چپ رہنا بھی کہہ دینے کی مثل ہے۔ اس لئے کہ بُری بات سے منع کرنا فرض ہے۔ خاموشی نیم رضا مشہور مقولہ ہے۔

اگر مجلس علم میں بلا رضامندی شوہر کی جانا چاہے۔ تو وہ نہیں جا سکتی۔ مگر ہاں اُسوقت جبکہ اُسے کوئی ایسا ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ جس کی اس کو سخت ضرورت ہے۔ اور خاوند پوچھ کر نہ بتلائے۔ تو پھر اُس کو بلا مرضی خاوند کے باہر جانے میں بلا اجازت گنجائش ہے۔ اس لئے کہ حاجت کی باتوں میں علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ پس خاوند کے حکم پر یہ حق مقدم ہے۔

اگر خاوند کسی عالم سے دریافت کر کے اُس کو بتلا دے۔ تو پھر اُسے جانے کی اجازت نہیں گو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ لیکن چاہتی ہے۔ کہ مجلس علم میں اس لئے جائے۔ کہ وضو

اور نماز کے مسئلوں میں سے کوئی مسئلہ سیکھ لے۔ تو خاوند کو مسائل آتے ہوں۔ اور وہ اس کو بتلاتا رہتا ہو۔ تو اُسے جائز ہے کہ عورت کو منع کرے۔ اگر اُسے نہ آتے ہوں۔ تو بہتر یہ ہے کہ اُسے کبھی کبھی اجازت دیدے۔ اگر اجازت نہ دے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔

عورت کو باہر نکلنا درست نہیں۔ جب تک اُسے کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔ اگر اپنے شوہر کے گھر سے بلا اس کی اجازت کے گئی۔ تو آسمان کا ہر ہر فرشتہ اور ہر ہر چیز جس پر اُس کا گذر ہوتا ہے، لعنت کرتی رہتی ہے۔ بجز انسان اور جن کے۔ حاصل یہ ہے۔ کہ اپنے شوہر کے گھر سے بلا اُس کی اجازت کے اُس کا نکلنا حرام ہے۔

جب اُس کی اجازت سے نکلے۔ تو چھپ کر بُری ہیئت بنا کر نکلے۔ اور خالی راہ ڈھونڈ کر جائے۔ نہ کہ سڑکوں اور بازاروں میں۔ اور خوشبو لگا کر بن سنور کے نہ جائے۔ اور نہ راستہ میں کسی آدمی سے باتیں کرے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے۔

رُوِیَ اَنَّ عُمَرَ رَاٰی اِمْرَأَۃً مَعَ رَجُلٍ یَتَحَدَّثَانِ فِی الطَّرِیْقِ فَضَرَبَہُمَا بِالدِّرَّۃِ فَقَالَ الرَّجُلُ ھِیَ اِمْرَأَتِیْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ لَوْ کَانَتْ اِمْرَأَتَکَ فَلِمَ لَمْ تُدْخِلْھَا فِیْ بَیْتِکَ حَتّٰی لَا یَتَّھِمَکَ اَحَدٌ فِی الطَّرِیْقِ۔

یعنی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ دیکھا کہ دونوں راستہ میں باتیں کر رہے ہیں۔ پس آپ نے دونوں کو کوڑے لگائے۔ پس مرد نے کہا۔ اے امیر المؤمنین یہ میری عورت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا۔ کہ اگر یہ تیری عورت تھی۔ تو اُس کو اپنے گھر میں کیوں نہ لے گیا۔ کہ راستہ میں کوئی تجھ کو تہمت نہ لگائے۔ (اسکی مثل تفسیر مظہری میں زیر آیت جلابیبھن ہے)

عورتوں کو قبرستان میں جانیکی ممانعت

عورتوں کو قبرستان میں جانا جائز نہیں ہے چنانچہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہے۔ کہ قاضی سے کسی نے عورت کے قبرستان جانے کے جواز کو پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا۔

لَا تُسْئَلْ عَنِ الْجَوَازِ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا وَ اِنَّمَا سُئِلَ عَنْ مِقْدَارِ مَا یَلْحَقُھَا مِنَ

یعنی ایسی بات کے جائز ہونے کو نہ پوچھو۔ اور یہ پوچھو۔ کہ اس پر کس قدر لعنت برستی ہے۔ کیونکہ

اللّعنِ ۔ عورت جب نکلنے کی نیت کرتی ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت میں آجاتی ہے ۔ اور جب نکل کھڑی ہوتی ہے ۔ تو ہر طرف سے اُس کے ساتھ شیطان ہو لیتے ہیں ۔ اور جب قبر کے پاس آتی ہے ۔ تو مُردہ کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے ۔ یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ جائے ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ۔

فِی الْخَبَرِ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ خَرَجَتْ اِلَی الْمَقْبَرَۃِ یَلْعَنُهَا مَلَائِکَۃُ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَلَمْشِیْ فِیْ لَعْنَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ دَعَتْ لِلْمَیِّتِ بِخَیْرٍ وَلَمْ تَخْرُجْ مِنْ بَیْتِهَا یُعْطِیْهَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثَوَابَ حَجَّۃٍ وَّ عُمْرَۃٍ ۔

(مجالس الابرار)

یعنی جو عورت گورستان جانے کو نکلی ۔ اُس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت میں چلتی رہتی ہیں ۔ اور جو عورت مُردہ کے لئے دُعائے خیر کرے ۔ اور اپنے گھر سے نہ نکلے ۔ اس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دیتا ہے

(مجالس الابرار)

عَنْ سَلْمَانَ وَ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ ذَاتَ یَوْمٍ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ عَلٰی بَابِ دَارِہٖ فَاَتَتْ فَاطِمَۃُ فَقَالَ لَهَا مِنْ اَیْنَ جِئْتِ؟ قَالَتْ خَرَجْتُ اِلٰی مَنْزِلَۃِ فُلَانَۃَ الَّتِیْ مَاتَتْ فَقَالَ هَلْ ذَهَبْتِ اِلٰی قَبْرِهَا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ اَفْعَلَ شَیْئًا بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْکَ مَا سَمِعْتُ فَقَالَ لَوْ زُرْتِ قَبْرَهَا لَمْ تَرِیْحِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ ۔

(مجالس الابرار)

یعنی سلمان اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد سے نکل کر اپنے گھر کے دروازے پر ٹھہر گئے کہ اتنے میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں آپ نے اُن سے فرمایا ۔ کہاں سے آئی ؟ عرض کیا کہ فلاں عورت کے گھر سے جو مر گئی ۔ فرمایا کیا تو اُسکی قبر پر گئی تھی ؟ عرض کیا ۔ کہ خدا کی پناہ ۔ جو کچھ میں نے آپ سے سُنا ہے ۔ اُس کے سُننے کے بعد ایسا کرتی ۔ پس فرمایا کہ اگر تو اُس کی قبر پر جاتی ۔ تو جنت کی خوشبو بھی نہ پاتی ۔

(مجالس الابرار)

عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا ممنوع ہے

عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا منع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ خَرَجَ اِلٰی جَنَازَۃٍ فَرَاٰی النِّسَاءَ یَتْبَعْنَ فَقَالَ لَھُنَّ اَتَحْمِلْنَ مَعَ مَنْ یَّحْمِلُ فَقُلْنَ لَا فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتُصَلِّیْنَ مَعَ مَنْ یُّصَلِّیْ فَقُلْنَ لَا۔ فَقَالَ اِنْصَرِفْنَ مَاْزُوْرَاتٍ غَیْرَ مَاْجُوْرَاتٍ۔

یعنی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ تو ایک جنازہ کے ساتھ نکلے۔ دیکھا کہ عورتیں جنازہ کے پیچھے آرہی ہیں۔ پس اُن سے کہا کیا تم بھی سب کے ساتھ جنازہ اُٹھاؤ گی۔ اُنہوں نے کہا نہیں پس آپ نے فرمایا تو کیا سب کے ساتھ نماز پڑھوگی۔ اُنہوں نے کہا۔ نہیں۔ پس آپ نے فرمایا۔ لوٹ جاؤ گنہگار ہوکر بے ثواب ہوکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں۔ اور نہ ہی قبرستان کو جانا بلکہ اس کو ضروری ہے کہ اپنے گھر کے اندر اپنا چرخہ لئے بیٹھی رہے۔ جب سے شوہر کے گھر آئی ہے۔ اس وقت سے لے کر قبر میں جانے تک اپنے گھر سے بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے باہر نہ نکلے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ جس جگہ اُس کو نکلنے کی اجازت ہے۔ تو بناؤ سنگار نہ ہونے اور اس طرح حالت بدل دینے کی شرط پر کہ مردوں کے دیکھنے اور اُن کی لگاوٹ کا سبب نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں فرمایا ہے۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (پ ۲۲ ع ۱)

یعنی اور قرار رکھو اپنے گھروں میں۔ اور اظہار کرتی نہ پھرو یعنی دکھاتی نہ پھرو۔ پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح۔

تبرج حسب بیان صحاح کے عورت کا اپنے سنگار اور خوبیوں کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا ہے۔ اور یہ جاہلیت کی عورتوں کی عادت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو اُن کے ساتھ مشابہت کرنے سے منع کر دیا۔ اور اُن کو اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ اس لئے عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے گی۔ اُس کا دین بچا رہے گا۔

عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہنکر مسجدوں میں آنیکی ممانعت

عورتوں کو زرق و برق لباس پہن کر مسجدوں میں آنا نہیں چاہیئے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ انْهَوْا نِسَاءَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّينَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسَاجِدِ فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يُلْعَنُوا حَتَّى لَبِسَ نِسَاؤُهُمْ

(ابن ماجہ باب فتنۃ النساء)

یعنی ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک عورت قبیلہ مزنیہ کی زیب و زینت کے لباس میں مٹکتی ہوئی مسجد میں آئی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنے سے روکو۔ کیونکہ بنی اسرائیل پر اسوقت تک لعنت نہیں کی گئی۔ جب تک اُن کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں وغیرہ میں مٹکنا اختیار نہیں کیا۔ اس حدیث سے عورتوں کو نمازوں کے لئے مسجدوں میں جانے کا حکم پایا جاتا ہے۔ لیکن فساد زمانہ کے باعث آثار صحابہ اور اقوال محققین میں ممنوع قرار دیا گیا۔

پردے کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ

(۱) عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرأت کرنا جائز نہیں۔

(۲) عورت کا حج میں لبیک پکار کر کہنا جائز نہیں۔ (۳) اگر عورت مقتدی ہو۔ مثلاً اپنے زوج یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے۔ اور امام کو کچھ سہو ہو گیا۔ تو عورت کو زبان سے تبلانا جائز نہیں۔ بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے۔ تاکہ امام سُن کر سمجھ جائے۔ کہ میں کچھ بھولا ہوں۔ اور پھر سوچ کر یاد کر لے۔ (۴) جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔ (۵) جب قرأت بالجہر اور تلبیہ بالجہر اور سہو امام کے وقت سُبْحَانَ اللهِ کہہ دینا جیسا مرد مقتدی کہہ دیتا ہے۔ اور سلام جائز نہیں۔ تو بلا ضرورت کلام کرنا یا اشعار گنگانا یا خط و کتابت کرنا جو کلام سے زیادہ جذبات کو ہیجان

میں لانیوالا ہے۔ یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ اسوقت متعارف ہے۔ کہ اپنا پتہ اور نشان بھی لکھدیا جاتا ہے کیسے جائز ہوگا۔ (۶) اجنبیہ سے بدن دبوانا جائز نہیں ہے (۷) غیر محرم کا ہاتھ لینا جائز نہیں ہے۔ (۸) اجنبیہ کے بدن سے متصل کپڑے پر میلان نفس کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں۔ (۹) آئینہ یا پانی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو۔ اس کا دیکھنا جائز نہیں۔ اس بناء پر اُسکا فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۰) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا یا بالعکس اگر نفس کو اس میں لذت ہو تو مکروہ ہے۔ (۱۱) رضاعی بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا گو یہ سب محارم ہیں۔ مگر فتنۂ زمانہ پر نظر کرکے اُن سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔ (۱۲) عورت کے بال اور ناخن کو بدن سے جدا ہو گئے ہوں۔ اُن کا دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۳) اجنبی عورت کے تذکرے سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔ (۱۴) اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے۔ (۱۵) اگر اپنی بیوی سے متمتع ہو۔ اور اجنبیہ کا تصور کرلے۔ وہ بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک حدیث کی رُو سے شیطان کا جال ہے۔ جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے۔ اسی قدر اس سے۔

گفت ابلیس لعیں داداررا ؎ دام زفتے خواہم ایں اشکار را

باب چھٹا

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتویٰ

بعض دُنیا پرست مولوی اخباروں میں اور عام جلسوں میں علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ عورتوں کو مردوں کی طرح کانوں کی لو تک بال رکھنا ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دعوے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا جو ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ بھی ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ اَنَا وَاَخُوْھَا مِنَ الرَّضَاعَۃِ فَسَاَلَھَا عَنْ غُسْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَۃِ

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں اور حضرت عائشہ کا ایک رضاعی بھائی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دوسرے ہمراہی نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرَ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ فَأَفْرَغَتْ عَلَىٰ رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذْنَ مِنْ رُؤُسِهِنَّ حَتّٰى تَكُوْنَ كَالْوَفْرَةِ ۔ (رواہ مسلم)

کے غسل جنابت کے متعلق (حضرت عائشہ سے) سوال کیا۔ پس انہوں نے ایک برتن بمقدار صاع منگوایا۔ پھر غسل کیا۔ اور ہمارے اور اُن کے درمیان پردہ تھا۔ آپ نے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں اپنے سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ کانوں کی لُو تک ملیے رہ جاتے (اُسکو مسلم نے روایت کیا ہے)

جواب اوّل یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الغسل میں بروایت عبدالصمد آئی ہے جس میں یہ آخری جملہ (زیر بحث) نہیں ہے۔ اور مسند احمد حنبل جلد ۶ میں یہ حدیث مرقوم ہے۔ اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ اور نسائی شریف میں بروایت خالد بن حارث یہ حدیث آئی ہے۔ اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جملہ شاذ ہے۔ عبدالصمد اور خالد اعلیٰ ثقہ ہیں۔ وہ اس جملہ کو ذکر نہیں کرتے۔

دوم۔ حدیث صحیح مسلم میں عبیداللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے جن کو ابن معین فرماتے ہیں۔ لَيْسَ بِشَيْءٍ۔ کہ یہ کچھ نہیں۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے۔

قال ابراهيم بن جنيد عبيداللّٰه بن معاذ العبرى ليس من اهل الحديث وليس بمشهور ۔

یعنی ابراہیم بن جنید نے کہا۔ کہ عبیداللہ بن معاذ عبری محدثین سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ مشہور ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ خالد اور عبدالصمد جو اوثق اور احفظ ہیں۔ وہ اِس جملہ کو روایت نہیں کرتے۔ اور عبیداللہ بن معاذ جنکو ابن معین لیس بشیٔ فرماتے ہیں وہ ذکر کرتے ہیں۔ اور ثقہ کی وہ زیادت جو اوثق و احفظ کے خلاف ہو۔ شاذ ہوتی ہے۔ (کتب اصول)

سوم۔ یہ حدیث دیگر احادیث کے مقابلہ میں جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت پائی جاتی ہے۔ شاذ ہے۔ اور وہ شاذ روایت جس کے مقابلے میں اس سے زیادہ حافظ اور ضابط راوی اسکے خلاف بیان کرتے ہوں۔ اور یہ اُن کی مخالفت میں تنہا

ہو، مردود ہوتی ہے۔ اس حدیث کو اس امر کے لئے بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ جو بعض دُنیا پرست مولویوں نے اخبارات میں نصب العین بنا لیا ہے کہ کانوں کی لَوتک مثل مردوں کی ازواج مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں۔ تو یہ مخالفت اُن راویوں کی ہے جو ان سے زیادہ ضابط اور عادل اور ثقہ ہیں۔ جو یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ۔ یعنی اللہ کی لعنت ہو۔ اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔

چہارم:۔ اس حدیث میں دو لفظ مشترک المعنی ہیں۔ اوّل لفظ اَخَذَ۔ دوم لفظ وَفْرَة۔ چنانچہ صراح اور منتہی الارب میں ہے۔ يُقَالُ اَخَذْتُ الشَّيْءَ۔ گرفتم آنچیز را۔ ويُقَالُ فلان اخذ بہ بندی گیرندہ است۔ ويُقَالُ اَخَذَ الشَّارِبَ برید موئے بروت را۔ غرض اخذ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر حدیث زیر بحث میں انہی تین معنوں میں سے ایک بن سکتے ہیں۔ ایک بالوں کا کاٹنا۔ دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا۔ اور کسی تاگے سے قید کر لینا۔ دوسرا لفظ وفرہ بھی مشترک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفرہ لمّہ سے بہت زیادہ اور بھرے ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول اصمعی لمّہ اُن بالوں کو کہتے ہیں۔ جو دونوں کندھوں سے لگتے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں وفرہ وہ بال ہوئے۔ جو کندھے سے نیچے تک ہوں اور علاوہ اصمعی کے دوسروں نے کہا ہے۔ کہ وفرہ اُن بالوں کو کہتے ہیں۔ جو لمّہ سے کم ہوں۔ یعنی کندھوں سے اونچے رہیں۔ اور منتہی الارب میں ہے۔ وفرہ بالفتح موئے مجتمع بر سر یا موئے تا نرمہ گوش۔ لہٰذا اگر حدیث کے معنی یہ کئے جائیں۔ کہ ازواج مطہرات اپنے سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں۔ کہ مثل وفرہ کی کانوں کی لَو تک رہ جاتے۔ تو پھر عورتوں کے لئے مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے اجتناب کہاں رہا۔ کیونکہ کانوں کی لَوتک بال مردوں سے مخصوص ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی لَوتک بال رکھتے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک لہٰذا مردوں کو کانوں کی لَوتک سر کے بالوں کا رکھنا سنت ہوا۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے

سے مردوں کے لئے حضرت نے کراہیت کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهِ وَ إِسْبَالُ إِزَارِهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ وَ رَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ (رواہ ابو داؤد)

ابوداؤد میں مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خریم اسدی اچھے آدمی ہیں مگر ان کے بال لمبے نہ ہوتے اور تہبند لٹکا ہوا نہ ہوتا۔ (یعنی ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب خریم کو پہنچی۔ تو انہوں نے اپنے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیا۔ اور تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا۔

جب یہاں تک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا، تو ازواج مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل بھی ایسا خیال نہیں کر سکتا کہ وہ مردوں کی طرح کانوں کی لو تک بال رکھا کرتی تھیں۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے (نعوذ باللہ) مستحق لعنت بنتی تھیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (رواہ البخاری)

یعنی صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت ہو اللہ کی ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔ اور اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت حاصل کریں۔

پنجم۔ حدیث میں لفظ کالوفرہ ہے۔ جس کے معنے ہیں کہ بال مثل وفرہ کے ہو جاتے ہیں۔ کاف تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ازواج مطہرات کے بال بالکل وفرہ نہیں بن جاتے تھے۔ بلکہ وفرہ کی طرح ہو جاتے تھے۔ اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ بالوں کو سر کے اوپر اکٹھا کر کے باندھ دیا جاتا تھا۔ جو وفرہ کی مثل بن جاتے تھے۔

قاموس اور اقرب الموارد میں وفرہ کے معنی الشعر المجتمع علی الرأس بھی لکھے ہیں وفرہ وہ بال ہیں۔ جو سر کے اوپر اکٹھے کئے جائیں۔ یعنی ازواج مطہرات سر کے بالوں کو سر پر اکٹھا کر دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ وفرہ کی مثل ہو جاتے۔ ان معنوں کی تائید حدیث عائشہ

رضی اللہ عنہا اجرت واسی اجاد ایشہ یدا سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ مجمع البحار اور صراح سے نیچے لکھا گیا۔

علاوہ اس کے اگر اخذ کے معنی کاٹنے ہی کے لئے جائیں۔ تو لفظ وفرہ کے معنی وہی لئے جائیں گے۔ جو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں۔ کہ وفرہ لمۃ سے یعنی کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں۔ تاکہ مردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو۔ اور نسبت ارتکاب ایسے فعل کی جو خدا اور رسول کی لعنت کا موجب ہو۔ ازواج مطہرات کی طرف لازم نہ آئے۔ مگر اس صورت میں انگل دو انگل بال کاٹنے کی نسبت ازواج مطہرات کی طرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے۔ اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت۔ مگر وہ بھی انگل دو انگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے۔ چنانچہ بحرالرائق۔ ہدایہ اور عنایہ وغیرہ میں ہے۔

وَالتَّقْصِيْرُ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ رُّؤُوْسِ شَعْرِهٖ مِقْدَارَ الْاَنْمُلَةِ ۔ ہدایہ
قَوْلُهٗ مِقْدَارَ الْاَنْمُلَةِ قِيْلَ هٰذَا التَّقْدِيْرُ مَرْوِيٌّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يُعْلَمْ فِيْهِ خِلَافٌ ۔
(عنایہ)

یعنی شرعاً تقصیر اس کو کہتے ہیں۔ کہ بالوں کے سرے سے ایک دو انگل بال کاٹ دیئے جائیں۔ یعنی تقصیر کے یہ معنے کہ ایک دو انگل بال کاٹے جائیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور اس میں آجتک کسی کا اختلاف نہیں ہوا۔

مگر حج میں تو قصر رکن حج قرار دیا گیا۔ علاوہ حج کے ازواج مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا۔ کہ حیث فعل کا ارتکاب کرتیں۔

اس حدیث کی صحیح تاویل یہی ہو سکتی ہے۔ کہ اخذ کے معنی بندگرفتن کے لئے جائیں اور وفرہ کے معنی موئے مجتمع کے۔ پھر حدیث کے یہ معنی ہونگے۔ کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمال ایمان کی ہے۔ ازواج مطہرات نے کنگھی چوٹی مینڈھی گوندھنے کے ساتھ زیب و زینت چھوڑ دی تھی۔ اور بالوں کو یونہی باندھ لیا کرتی تھیں جس سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ سر پر بال مجتمع ہو رہے ہیں۔ جن کے غسل میں نہ کھولنے کیوجہ سے

ہے۔ اور نہ انگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔

فقہ کی کتابوں میں بال کاٹنے کی ممانعت صراحت سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

وفیہ قطعت شعر رأسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیہ وان باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال۔

یعنی (اور اسی درمختار) میں ہے۔ کہ اگر کاٹے عورت نے بال سر اپنے کے۔ تو وہ گنہگار بھی ہوئی اور ملعون بھی۔ بزازیہ میں اتنا زیادہ ہے کہ اگرچہ خاوند کی اجازت سے کاٹے تو بھی ملعون ہوگی۔ اس واسطے کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی تابعداری جائز نہیں۔ اور گناہ کی علت مردانی وضع بنانا ہے۔ کہ عورت کو بال کاٹنے سے مردوں کیساتھ مشابہت ہوگی۔

ازواج مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

ازواجِ مطہرات سروں کے بال نہیں کٹواتی تھیں۔ چنانچہ ذیل کی متعدد احادیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنِّی امْرَأَۃٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِی اَفَاَنْقُضُہٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَۃِ یعنی میں سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں۔ تو کیا جنابت کے غسل کے لئے کھول لیا کروں۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں تجھے کافی ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی لپیں پانی سے پُر کر کے تین بار سر پہ ڈالے۔ پھر سارے بدن پر پانی بہالے۔ تو پاک ہو جائے گی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر سر کے بال کٹوایا کرتیں۔ تو نہ گوندھنے کی ضرورت ہوتی نہ کھولنے کی۔ پھر تو مردوں کی طرح بال کھلے رہتے۔ تو آپ کو یہ مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ کے سر کے بال لمبے ہوتے تھے۔ جسے آپ سخت گوندھ دیتی تھیں تو آپ کو غسل کے لئے اس مسئلے کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کہ بالوں کو کھول لیا کروں یا نہ۔ چونکہ حضرت کو معلوم تھا۔ کہ بغیر کھولنے کے ان کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) مسند احمد حنبل جلد۶ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اَیُّھَا النَّاس فرمایا۔ میں اسوقت سر کے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ میں نے یہ آواز سن کر بالوں کو لپیٹا۔ اور میں دروازے کے قریب ہو کر سننے لگی۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہُوا۔ کہ آپ بال نہیں کٹواتی تھیں ورنہ لَفَفْتُ شَعْرِیْ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کانوں تک بال کٹایا کرتیں۔ تو پھر ان کا لپیٹنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

(۳) نسائی شریف میں مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ اِنْقُضِیْ رَاْسَکِ وَامْتَشِطِیْ یعنی سر کو کھول لو۔ اور کنگھی کرو۔

(۴) ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اِنْقُضِیْ شَعْرَکِ وَاغْتَسِلِیْ۔ یعنی بال کھولو اور غسل کرو۔ معلوم ہُوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے۔ جن کے کھولنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اگر بال کانوں تک ہوتے۔ تو اِنْقُضِیْ شَعْرَکِ کا ارشاد کیسے صحیح ہو سکتا تھا۔

(۵) دار قطنی میں جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت شریف میں حاضر ہُوا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے پہلے نماز کا سا وضو کرتے پھر تین بار بدن پر پانی بہاتے۔ وَنَحْنُ نُفِیْضُ عَلٰی رُءُوْسِنَا خَمْسًا مِنْ اَجْلِ الضَّفْرِ۔ یعنی اور ہم اپنے سروں پر مینڈھیوں کے سبب پانچ بار پانی ڈالتے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہُوا۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال لمبے تھے۔ جو گوندھے ہوئے تھے۔ اگر کانوں تک ہوتے۔ تو پانچ بار پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(۶) مسند احمد میں مروی ہے۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اَجْمَرْتُ رَاْسِیْ اِجْمَارًا شَدِیْدًا یعنی میں سر کے بالوں کو خوب مضبوط باندھا کرتی تھی۔ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشَۃُ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ عَلٰی کُلِّ شَعْرٍ جَنَابَۃً۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے عائشہ کیا تو نہیں جانتی کہ ہر بال پر

جنابت ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا۔ کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔ ورنہ انکار شدید متصور نہیں ہوسکتا۔

صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

تمام صحابیات کے بال بھی کٹے ہوئے نہ تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی۔ کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کے غسل کے وقت بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے۔ کہ وہ بالوں کے کھولنے کا حکم دیتا ہے۔ الحدیث۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ تمام صحابیات کے سروں کے بال بھی گوندے ہوئے تھے۔ ورنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بالوں کے کھولنے کا حکم نہ دیتے۔

صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر کو غسل دے رہی تھیں۔ پھر فرماتی ہیں۔ مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ۔ یک روایت میں ہے۔ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ اثلاث قرنيها و ناصيتها۔ صحیح بخاری اور مسند احمد کی روایت میں بعد ثلاثة قرون کے وَاَلْقَيْنَا خَلْفَهَا بھی آیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثَلَاثَةُ قُرُوْنٍ اَیْ ثَلَاثُ ضَفَائِرَ۔ یعنی ہم نے حضرت کی صاحبزادی کے بالوں کو تین گیسو کیا۔ اور اُن کی پُشت کے پیچھے ڈال دیا۔ مُلا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں۔ خَلْفَهَا اَیْ وَرَاءَ ظَهْرِهَا۔

اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ بال لمبے تھے۔ ورنہ تو ضفائر بن سکتے نہ پُشت کے پیچھے ڈالے جاسکتے۔ معلوم ہوا۔ کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔

ابو داؤد میں مروی ہے۔ کہ ایک عورت نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ وَاغْمِزِیْ قُرُوْنَكِ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ۔ یعنی ہر بار دونوں ہاتھوں سے پانی ڈالنے کے وقت اپنے گیسوؤں کو خوب دبا کر ملو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عورتوں کے گیسو و ضفائر ہوتے تھے۔ کٹوایا نہیں کرتی تھیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ المعروف ان نساء العرب انما کن یتخذن القرون والذوائب۔ (نووی) یعنی مشہور یہی ہے۔ کہ عرب کی عورتیں قرون وذوائب دبلے بلے گیسو) رکھا کرتی تھیں۔

الحاصل مذکورہ بالا روایت میں سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا۔ کہ ازواج مطہرات اور صحابیات سر کے بالوں کو ہرگز کتراتی نہیں تھیں۔ اور جس روایت سے مخالفین استدلال کرتے ہیں۔ وہ سراسر غلط اور محض دھوکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غلط کار لوگوں کو رشد وہدایت بخشے۔ تاکہ وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

التماس مؤلف اہل علم کی خدمت اقدس میں نہایت ادب کے ساتھ میری یہ ناچیز درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں غلطی یا سہو پائیں۔ تو راقم الحروف یا مشتہر کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ طبع ثانی میں اس کی اصلاح کردی جائے۔ کہ سہو وخطا لازمۂ بشریت ہے۔

دُعا بدرگاہ ربّ العٰلمین یاالہ العالمین اپنے حبیب پاک کی طفیل اس کتاب کے پڑھنے والے۔ سننے والے۔ مشتہر کرنے والے۔ تصحیح کرنے والے۔ ترمیم کرنے والے اور لکھنے والے کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ ان کے عمل کے صدقے راقم الحروف اور اس کے والدین کی مغفرت فرما۔ اور خاتمہ بالخیر کر۔ نیز میرے لخت جگر فرزند ارجمند سعادت مند محمد بشیر ایم۔ اے کو جمیع حوادث روزگار سے محفوظ ومصئون رکھ۔ دین ودنیا میں اس کو سرسبز اور شاداں کر۔ اور سلف صالحین کا متبع اور شریعت شریفہ کا پابند کر۔ گمراہ فرقوں۔ اور بدعتیوں سے بچائے رکھ۔ اور اس کو اپنا مقبول بندہ بنالے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۰

تمت

ابوالبشیر محمد صالح مولوی بن مسنت علی مرحوم میترانوالی

ضلع سیالکوٹ